فرح بخاری

چلو دل میرے دل

''آپ کا نام امیرن دادی نہیں۔ بلیک میلر دادی ہونا چاہیے۔'' ایلیا نے منہ بنا کر وہی کہا جو ہمیشہ کی طرح اس کے منہ میں کیا آیا زبان سے بھی پھسل گیا۔ دادی نے بھی قہقہہ لگایا۔

''نہ تو اس میں بلیک میلنگ والی کون سی بات ہے۔''

''صرف آپ نہیں، ہمارے سب ہی بوڑھے بزرگ ایک خاص عمر میں آ کر بلیک میلر بن جاتے ہیں۔ ایک تو اُن کی اُس جہان کو سدھار جانے کی صبح شام کے حساب سے معنی خیز باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور پھر ان ہی باتوں میں سے دھیرے دھیرے نکلنے لگتی ہیں اِن کی ''آخری خواہشوں'' کی لسٹیں۔ اور پھر اگلے پندرہ بیس سال وہ اپنی خواہشوں کو ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کے پورا ہوتا بھی دیکھتے ہیں۔

''ایلیا نے کھل کر نقشہ کھینچا اور امیرن حسب عادت ہنستی چلی گئیں۔ وہ خود بڑی شگفتہ مزاج تھیں۔ نہ کسی بات کا برا مانتیں اور نہ روٹھتیں۔ تب ہی ان کے سب ہی پوتے پوتیاں ان کے گرویدہ تھے۔''

''دیکھ ایلی!'' وہ اب کے سنجیدہ انداز میں ایلیا کے کچھ نزدیک ہوئیں۔ ''اپنی زندگی کے تجربے سے ایک بات بتا رہی ہوں۔ تم بھی یاد رکھنا، نیکی کا اجر اللہ



کے ہاں بے شک موجود ہے لیکن اِس جہان میں
جس سے بھلائی کرو گے اسی کے ڈسنے کا مزا چکھنا
پڑتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ دن جب
خاندان کی کسی شادی سے لوٹ کر حشمت علی گھر آئے
تو صحن کے بیچوں بیچ بڑے ہی اچھے موڈ میں بیٹھے
شادی کی تقریب پر تبصرے کر رہے تھے۔

''ہماری اگلی نسل کی پہلی اولاد تو ماشاء اللہ تم ہی
ہو نا۔ مجھے یاد ہے کہ تم اُس وقت کوئی گیارہ بارہ برس
کی تھیں۔ یعنی باقی کے بچے ابھی آٹھ، نو، دس کی
عمروں میں ہوں گے۔ وہ سب بھی وہیں کھیل رہے
تھے۔ تب ہمارا پورا گھرانہ ایک ساتھ رہتا تھا۔
تمہارے دادا نے محسن کو مخاطب کر کے کہا، کہ دیکھ لو
اپنوں کے بیاہ شادی کتنے فائدہ مند ہوتے ہیں۔ نہ
پردہ داری کا جھنجھٹ نہ ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوئی
اُلجھن اور نہ ہی نئے نئے بے کار کے رسم و رواج۔
بچوں کے رشتے تو بیٹا آپس میں ہی کرنا۔ خاندان کو
مزید جوڑ کر رکھنا۔ اور بس میری بچی! یہی کہنا غضب
ہو گیا۔ مخاطب تو انہوں نے تمہارے ابا کو کیا پر جعفر،
ثاقب۔ ان کی بیویاں، تمہاری ماں سب ہی وہاں
موجود تھیں۔

''میں کسی ایک کو الزام نہیں دیتی پر یقین کرو
کہ اِس بات کو ہوئے مشکل سے ایک سال
گزرا اور بٹوارے کی چہ مے گوئیاں شروع
ہو گئیں۔ اور وہ بھی ایسی کہ پھر حشمت علی روکتے
اور سمجھاتے رہ گئے پر کوئی ایک بھی پیچھے ہٹنے کو تیار
نہ ہوا۔ چلو مان لیا الگ رہنے اور اپنی پرسنل زندگی
جینے کا حق ہر ایک کو ہے تب ہی تمہارے دادا نے
بھی زیادہ حیل وحجت میں پڑنے کے بجائے اُسی
سال ڈیڑھ میں گھر بیچ کر سب کو اس کا حصہ
حوالے کر دیا۔ میں بس اِسی احسان کی بات کر رہی
ہوں۔ جب باپ نے سب کو ان کی علیحدہ ذاتی
زندگی کا سکھ دے دیا تو کچھ فرض ان کا بھی بنتا
ہے اب۔''

''لیکن دادی! اگر اِن سب میں تبدیلی کی

مکمل ناول



وجہ دادا جان کا وہی بیان بنا تھا تو الگ ہو کر وہ تو اور بھی آزاد ہو گئے۔'' ایلیا نے بھی صاف سچا تبصرہ کیا اگرچہ اس کے ماں باپ بھی اِس سازش کا حصہ تھے۔''

''آزاد نہیں بیٹا۔ دور ہو گئے ایک دوسرے سے۔'' امیرن نے ایک آہ بھری۔

''لیکن اِن کو مسئلہ کیا ہے اپنوں میں رشتے کرنے سے؟'' ایلیا اب دادی کے غم میں غلطاں تھی۔

''یہی مسئلہ ہے کہ ان دیورانیوں، جیٹھانیوں کی آپس میں کبھی نہیں بنی۔ اِن کی تُو تکار بھی ختم ہو تو۔۔ جب تک ساتھ رہتی تھیں چخ چخ لگی ہی رہتی تھی۔ جب الگ ہونے کا مطالبہ آیا، میں بھی یہ سوچ کر چُپ ہو گئی کہ شاید الگ ہونے سے قدر آئے گی۔''

''تو کیا لگتا ہے آپ کو۔'' ایلیا کی آنکھوں میں تشویش بھرا سوال تھا۔ ''میرا مطلب ہے دادی۔ وہ بات تو اب کئی سال پرانی ہو گئی نا۔ تب تو ان کی آپس کی رنجشیں بھی روز کا معمول تھیں تبھی سب خوشی خوشی الگ ہو گئے، پر کیا پتا اب ان کے خیالات الگ ہوں۔''

''کہاں الگ ہیں۔ میں نے تو تمہاری ماں سے ہی آغاز لیا، وہی گھر کی بڑی بہو ہے پر کچھ بھی نہیں بدلا ایلیا۔ سُن کر ہی اس کا بلڈ پریشر لو ہو گیا کہتی ہے اِسی دن سے بچنے کے لیے تو علیحدہ ہوئے تھے۔''

''ہائے اللہ دادی۔'' ایلیا کو ایسے کھردرے جواب کی اپنی ماں سے ہرگز توقع نہ تھی۔ یعنی کہ دادی کے اندیشے غلط نہ تھے۔ یہ عورتیں واقعی ایک دوسرے کے قریب آنے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھیں۔''

''تو پھر۔۔ اب کیا ہو گا؟''

''ارے کچھ کرو نا۔۔ سب سے بڑی ہو تم۔'' امیرن نے ماتھا پیٹا تم سے بھلا اور کس لیے اپنا رونا رو رہی ہوں۔ ایلیا سے ان کا بہت خاص رشتہ تھا، وہ اس سے بلا جھجک دل کی ہر بات کہہ لیا کرتی تھیں چاہے وہ اسی کے ماں باپ کے خلاف کیوں نہ ہو۔

''مجھے بھی کہیں پھنسانے کا پروگرام بنا چکی ہیں؟'' ایلیا کو خطرے کی بو محسوس ہوئی تو فوراً پوچھ بھی لیا۔''

''نہ نہ بچی۔ ایسا تو میں بھولے سے بھی نہ سوچوں۔ تمہاری ماں اور چاچیوں کی بھلے کسی ایک مدعے پر کبھی ایک دوسرے سے نہ بنی ہو پر چھوٹا لڑکا اور اس کے لیے بڑی لڑکی توبہ۔ سن کر ہی یوں اچھلتی ہیں جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ پوچھے کوئی ایسی بھی کون سی قیامت کی نشانی چھپی ہے اس بات میں۔ لڑکی کیا عمر میں اپنے شوہر سے بڑی نہیں ہو سکتی۔ انگلیوں پہ حساب کرنے بیٹھ جاتی ہیں۔ سالوں مہینوں تو چھوڑ دنوں بھی بڑائی نکلے تو فوری ریجیکٹ، اس لیے تمہارا تو میں نام بھی نہ لوں۔ تم ہو اس گھر کی سب سے بڑی لڑکی۔ اس گھر کے لونڈوں کے لیے تو تم اچھوت ہو۔''

وہ ایلیا کے ساتھ مل کر ہنسنے لگیں۔''

''چلو شکر ہے، میری تو جان چھوٹی۔'' اس نے منہ پہ ہاتھ پھیر کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ ''اچھا بتائیں نا کون کس کو سوٹ کرتا ہے۔''

''جوڑ بنانا تو مجھے نہیں آتا لیکن بس یہی سوچتی ہوں کہ نوشین کی دونوں بیٹیاں اب ماشاء اللہ جوان ہیں، شادی کے قابل ہیں۔ ادھر ایک تمہارا بھائی ہے عمیس، دوسرا جعفر کا دارین۔''

''پرامی اور نوشین چاچی۔'' اس نے بات ادھوری چھوڑ کر دادی کو دیکھا۔ ''امی کو نوشین چاچی کی کوئی کل سیدھی نہیں لگتی۔ ان کے شوخ و چنچل مزاج کا اتنا تو مذاق بناتی ہیں۔ ہمارے بچپن میں یاد ہے چودہ اگست کو کہتی تھیں۔ ابھی گلی میں ایک رکشہ آ کے رکے گا اور سبز و سفید مخلوق نکل کر محلے میں پھیل جائے گی۔ آپ کو پتا ہے نا۔ نوشین چاچی

چودہ اگست بڑے اہتمام سے مناتی تھیں۔ سارے بچوں کے سبز اور سفید کپڑے سلواتیں، جھنڈیاں پکڑے وہ سب بڑے جوش وخروش سے ہم سے ملنے آتے حتیٰ کہ نوشین چاچی اس روز سوئٹ ڈش بھی سفید اور سبز رنگ کی بنایا کرتی تھیں۔''

''جانتی ہوں۔ تمہاری اماں کو اپنے ڈیسنٹ اور میچور ہونے کا زعم ہے۔ اور نوشین کو کل جہان میں شوخیاں مارنے کی عادت۔''

''ہاں لیکن کسرا اور منسا میں سے کسی ایک کے ساتھ تو عمیس کی جوڑی بننی ہی چاہیے۔'' اس نے شوخ نظروں سے دادی کو دیکھا۔

''ہاں اور دارین۔ وہ بھی خاندان میں ہی کسی کو پسند کرلے نا۔''

''جی۔ یہ تو ہے۔'' اس مرتبہ ایلیا کوئی زور دار تائید اپنے اندر سے نہ نکال سکی۔ اسے افسوس ہوتا کہ دارین نے بنا سوچے پتا نہیں کب اور کیوں اس کو اپنے دل میں جگہ دے دی تھی۔ جبکہ حقیقت یہی تھی کہ اس گھر کی دیورانیاں جیٹھانیاں اپنے لڑکوں کے لیے بڑی عمر کی بہولانے کا سوچ بھی نہ سکتی تھیں اور ایلیا کو اس بات کا خوب ادراک تھا اس لیے اس نے دارین کی نظروں کے مفہوم ہمیشہ بڑی کامیابی سے اگنور کیے تھے۔ اب اگرچہ دادی کا بجھاؤ تو بالکل درست تھا۔ دارین واقعی منسا، کسرا کو ہی سوٹ کرتا تھا۔ پر یہاں چاچیوں سے بڑی رکاوٹ خود دارین تھا۔''

''کچھ سوچو گی نا تم؟'' دادی نے اس کا کندھا ہلایا۔''

''ہاں دادی۔'' آئیڈیا تو زبردست ہے۔ اس پر سوچتے ہیں۔''

''اللہ پاک تمہارے بھی اچھے نصیب کرے۔ میری دعا ہے، کوئی بہت اچھا رشتہ سب سے پہلے تمہارا ہی آجائے۔''

''وہ بھی آجائے گا دادی، لیکن اُس سے پہلے ہم نے اِن تین گھروں کو ایک دوسرے سے مزید جوڑنے کی پلاننگ کرنی ہے۔''

''ہاں نا بیٹا۔ اپنا ہی خاندان پیار محبت سے آگے بڑھے، پھلے پھولے، اِس سے اچھی اور کیا بات ہوگی۔ تیرے دادا اور مجھے اِس بات پر تو کبھی اعتراض نہیں رہا کہ سب نے اپنے الگ گھر کیوں بنا لیے، بلکہ خوشی ہوتی تھی دیکھ کر کہ سب ہی اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو چکے تھے۔ آج ہم دونوں اپنی مرضی سے جب جس کے گھر جا کر ٹھہرنا چاہیں سب خوشی خوشی ویلکم کرتے ہیں۔ لیکن تھوڑی سی خلش بس اسی بات کی محسوس ہوتی ہے کہ گزرتے وقت کے ساتھ اِن کے آپس کے تعلقات میں عجیب سی بے رُخی آرہی ہے اور دوریاں ہیں کہ بڑھتی جارہی ہیں۔''

''پریشان نہ ہوں دادی۔''

ایلیا کا نرم ونازک دل امیرن دادی کو سنجیدہ دیکھ کر ہی گھبرانے لگا۔ وہ تو ہر دم ہنستی مسکراتی رہتی تھیں۔ ان کی سنجیدگی کا مطلب تھا بظاہر نارمل دکھائی دیتے یہ تعلقات دھیرے دھیرے واقعی اپنی شکل تبدیل کررہے تھے۔ کچھ حقیقتوں کا ادراک بہت سارا وقت گزر جانے کے بعد ہوتا ہے، تب افسوس ہوتا ہے کہ کاش وقت پر ان چھوٹی چھوٹی چیزوں پر کام کرلیا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی۔

امیرن دادی کی آج کی سنجیدگی نے ایلیا کو بھی ایکدم بڑا اور ذمہ دار بنا دیا تھا۔ دادی اس پر بھروسا کررہی تھیں اور ایک اچھے مقصد کے لیے کررہی تھیں۔ اتفاق اور سلوک سے سب کو جوڑ کے رکھنا ہی تو ان کی معصوم سی خواہش تھی۔ اب تو بس ایلیا نے یہ دیکھنا تھا کہ اس کے لیے وہ کیا کرسکتی تھی۔

☆☆☆

ثاقب چچا نے اپنی کار لی تھی۔ نوشین چاچی کا بہت پرانا خواب تھا جو کہ اب آکر پورا ہوا۔ ایلیا نے ماں سے کہا کہ چلیں مبارک باد دے آتے ہیں

لیکن ایلا نے حسب عادت منہ بنالیا۔
''اب اِس میں مبارک باد کی کون سی بات ہے۔ کہیں نہیں جا رہے ویسے بھی تمہاری چاچی نے ہمیں کب اپنے گھر آنے کی کبھی دعوت دی، بہت ہوا تو کال کر کے کہہ دیتی ہے اماں ابا کو آج ہمارے ہاں چھوڑ دیں۔''
''ایلا نے نوشین کی نقل اُتاری۔''
''اب دیکھتی ہوں، اپنی کار آ گئی ہے کیسے کار میں چھوڑنے آتے ہیں امی اور ابا جی کو۔''
''توبہ ہے امی میرا تو ویسے ہی دل چاہ رہا تھا کہ کہیں ہو آتے ہیں۔ پھر دادا دادی بھی آج کل وہیں ہیں تو مل آتے ہیں۔''
''میرا تو کوئی موڈ نہیں ہے تمہیں ہے دادی سے ملنے کا شوق تو ابیل یا عمیس کے ساتھ چلی جاؤ۔''
ایلا نے لاپروائی سے ہاتھ جھٹکا۔ اور ایلیا نے تو اسی کو بہت جانا۔ اس کی امی نوشین چاچی کے ہاں جانے کی پھر بھی ہامی بھر لیتی تھیں کیونکہ ان کے گھر لڑکیاں تھیں۔ آصفہ چچی کے گھر تو اس کی بھی اجازت نہ تھی کہتی تھیں لڑکوں والے گھر جا کر کیا کرو گی۔ اور اسی قسم کے ہی چھوٹے چھوٹے معاملے تھے جن کی وجہ سے آپس کی دوریاں سچ مچ بہت واضح ہوتی جا رہی تھیں۔''
ایلیا نے بھی فوراً ابیل کی منت کی۔ نویں جماعت میں اس نے بائیک چلانا سیکھ لی تھی اب تو خوب ایکسپرٹ ہو گیا تھا۔ راستے میں آئس کریم بھی خرید لی۔ اب مبارک باد دینے خالی ہاتھ کیسے جاتی۔ یہاں آئی تو منسا اور کسرا کہیں جانے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔ ایلیا شرمندہ ہو گئی کہ غلط وقت پر آ گئی۔ پھر سوچا چلو دادی تو ہیں۔ ان ہی کے ساتھ گپ شپ کر لے گی لیکن کسرا اسے کچھ ہی دیر میں بازو سے کھینچ لے گئی۔
''ہم ابو کے ساتھ ڈرائیونگ سیکھنے جا رہی ہیں۔ تم بھی آؤ۔'' وہ سب واقعی نئی کار کے نشے میں تھے۔ چاچی نوشین شام کے لیے کوئی خاص ڈش تیار کر رہی تھیں۔ اس نے سوچا شکر ہے امی کو ساتھ نہیں لائی۔ وہ چاچی کی شوخیوں کو بہت نوٹ کرتی تھیں اور گھر واپس جا کر خوب ہنستی تھیں۔ وہ ابیل کو بٹھا کر خود ان کے ساتھ چل پڑی۔ اسے تو ڈرائیونگ آتی تھی۔ اس نے کچھ سال پہلے ہی عمیس سے گاڑی چلانا سیکھ لی تھی۔ ثاقب چچا نے کچھ دیر تک ان دونوں کو ڈرائیونگ کی کچھ ٹپس بتائیں اس کے بعد ایلیا سے کہا کہ وہ ان کو چلانا سکھائے۔ یہ ایک نئی رہائشی کالونی بن رہی تھی، جس میں چھوٹے روڈز بنا کر پلاٹس تو مختص کر دیئے گئے تھے لیکن ابھی کوئی بھی مکان تعمیر ہوا نظر نہ آ رہا تھا۔ ٹریفک سے قطعی طور پر خالی اس محفوظ جگہ پر وہ انہیں کافی دیر تک گاڑی چلانا سکھاتی رہی۔ منسا ذرا راست نکلی پر کسرا خوب ہوشیار تھی۔ کچھ ہی دیر میں اس نے نا صرف گاڑی چلانا سیکھ لی بلکہ بالکل اکیلے اس جگہ کے دو تین چکر لگا کر بھی دکھا دیئے۔''
''گڈ۔ تو اس کا مطلب ہمارے سمر کے ٹور کے لیے ہمیں ایک نیا ڈرائیور مل گیا۔ ثاقب چچا واپسی کے راستے میں کسرا کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور سمر ٹور پر چونکنے کے باوجود ایلیا نے کوئی سوال نہیں کیا کہ ہوگا ان کا کوئی پرسنل معاملہ۔ لیکن گھر واپس آئے تو یہ بات بھی کھل گئی اور اس کی وجہ بھی نوشین چاچی بنیں۔ انہیں جب پتا چلا کہ ایلیا نے تھوڑی سی دیر میں کسرا کو ڈرائیونگ سکھا دی ہے تو وہ حسب عادت نہایت پرجوش ہو گئیں۔
''پھر تو ہم ایلیا کو بھی اپنے ساتھ لے چلتے ہیں۔'' وہ شوہر کو دیکھ کر جیسے اجازت طلب کر رہی تھیں ''دیکھیں جگہ بھی ہے۔ میں اور آپ فرنٹ سیٹ پر ہوں تو پیچھے کسرا، منسا کے ساتھ ایلیا آ سکتی ہے۔''
''کہاں چچی۔'' وہ پریشان ہو گئی کہ معلوم

نہیں اسے کہاں لے جانے کی بات ہو رہی ہے۔''

''ارے تمہیں نہیں بتایا ان سب نے۔'' وہ الٹا حیرت میں پڑ گئیں۔ ''بھئی ہم سب دو دروز بعد نیلم ویلی گھومنے جا رہے ہیں۔''

''آں۔اچھا۔'' وہ ٹھنڈی ہو کے بیٹھ گئی۔ اس کی امی جان اسے کہاں کسی کے ساتھ بھیجنے والی تھیں۔ہاں پر سن کر اچھا ضرور لگا تھا۔''

''تو تم چلو گی نا؟'' منسا نے اس کا بازو تھاما، ان دونوں نے بھی شاید اس لیے نہیں بتایا کہ وہ اپنی ماں سے زیادہ حقیقت پسند تھیں اور ان کو دکھائی دے رہا تھا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔''

''پتا نہیں۔مشکل ہے منسا۔'' اس نے دھیرے سے منمنا کر کوئی بہانا سوچنے کی کوشش کی ''وہ عمیس اپنے دوستوں کے ساتھ مری جانے کا پروگرام بنا رہا ہے نا۔''

''صرف دوست؟'' منسا ہنسی بھی تھی۔ ایلیا نے چونک کر دیکھا ''اس سے کہو، رسک نہ لے، وقت اور پیسہ دونوں برباد ہوں گے کیونکہ چھٹرے فی الحال ادھر نہیں جا سکتے۔ سمر میں صرف فیملیز جا سکتی ہیں۔''

''اوہ، اچھا۔اس کو تو نہیں پتا۔'' ایلیا کے لیے بھی یہ نئی بات تھی۔

''تو عمیس بھی ہمارے ساتھ چلے، یہی تو موسم ہے گھومنے پھرنے کا۔اکیلے نہ سہی فیملی کے ساتھ آ جائے۔'' ثاقب چچا نے اپنا حصہ ڈالا۔ایلیا اَن ایزی ہونے لگی۔ یہ لوگ تو سیریس ہو رہے تھے جبکہ اس کی امی اوپر سے عمیس، جہان بھر کا خاندان بیزار شخص۔''

''ویسے عمیس کس کے ساتھ گھومنے جا رہا تھا؟'' ثاقب چچا مکمل اس کی جانب متوجہ ہوئے۔''

''میرا خیال ہے چچا، اس کے کچھ دوست تھے اور شاید دارین کا بھی بتا رہا تھا۔'' دارین چچا جعفر کا بڑا بیٹا تھا۔وہ اور عمیس ہم عمر بھی تھے اور ہم جماعت بھی اس لیے خاندان بھر میں اگر عمیس کی کسی سے بنتی تھی تو وہ دارین تھا۔

''ارے واہ۔ پھر تو میرا خیال ہے، ہم دو گاڑیوں میں ایک زبردست ٹوور ترتیب دے سکتے ہیں۔تمہارے ابو کو بھی ساتھ چلنا چاہیے۔'' ثاقب چچا نے خوشی کا اظہار کیا۔

''نہیں نہیں۔'' نوشین چاچی چیزوں کو دھکے دیتی سامنے آئیں۔ جیسے ان کے دماغ میں کوئی دھماکے دار آئیڈیا آیا تھا۔سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے، ثاقب چچا البتہ میز کی گری بکھری چیزوں کو دیکھ رہے تھے جو ان کی مسز کی ایکسائٹمنٹ میں تہہ و بالا ہوئی تھیں۔''

''تین گاڑیوں کا ٹوور ہونا چاہیے۔تمہاری پوری فیملی ایلیا۔ اور جعفر بھائی وغیرہ بھی سب ہوں۔ قسم سے کتنا مزا آئے گا۔ ہائے میری تو دیرینہ خواہش تھی۔ پتا ہے مجھے لوگوں کے فیملی ٹورز دیکھ کر بڑی حسرت ہوتی تھی۔ اللہ میں بتا نہیں سکتی وادی نیلم اس کے لیے کتنی پرفیکٹ جگہ ہے۔رش اور ہجوم سے ہٹ کر بس خوبصورت مناظر اور ہم سب۔ میں کہتی ہوں مزا آ جائے گا۔ آنکھوں میں چمک لیے، ہاتھ ہلا ہلا کر سمجھاتے نوشین چچی اس وقت شاید وادی نیلم میں پہنچ گئی تھیں۔ ثاقب چچا مسکرا رہے تھے۔ایلیا کو الگ فکریں لگی تھیں۔ یہ چچی بھی ''نئی کار'' کے جوش میں نجانے کس ایسٹ ویسٹ کو آپس میں ملانے بلکہ شاید ٹکرانے چلی تھیں۔''

''بات تو صحیح ہے ویسے، ہم سب اگر مل کر کہیں جائیں، کتنا مزا آئے گا۔''

کسرا کا مزاج بھی اپنی ماں پر گیا تھا۔وہ بھی حسین علاقوں کی سیر کا سپنا دیکھ رہی تھی پر ایلیا کی آہ پہ آہ نکل رہی تھی کہ سپنا تو بلاشبہ بہت حسین ہے لیکن اس کا پورا ہونا اسے قطعاً دکھائی نہ دے رہا تھا۔

''جانا کب ہے؟'' اُس نے دبے دبے

سوال کیا۔
''ہم نے تو پرسوں نکلنا تھا۔تم لوگوں کو تیاری کرنی ہے تو دو دن اور لے لو۔کوئی ارجنٹ تھوڑی ہے۔'' ثاقب چچا بھی آج تو خوب سنجیدہ تھے، شاید ان کو خالص زنانہ ٹور ایک نوکری لگ رہا تھا۔اب بھتیجوں بھائیوں کے جانے کی امید پیدا ہوئی تو وہ بھی اصرار کر رہے تھے۔
''جی میں بات کرلوں سب سے، پھر بتاتی ہوں۔ویسے میں ان ہی دو دنوں میں بتا دوں گی، آپ لوگ اپنا پروگرام ہماری وجہ سے ڈسٹرب مت کرنا۔'' وہ کسی طور وہاں سے جان چھڑا کر نکلی اور وہی ہوا امی اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔
''گھومنا پھرنا کیا مذاق ہے، لاکھوں خرچ ہو جائیں گے۔پٹرول، ہوٹلنگ، کھانا پینا، شاپنگ نہ بابا۔'' وہ تو کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھیں۔
''عمیس بھی تو جا رہا تھا دوستوں کے ساتھ، وہ کیا مفت میں سیر کر کے آتا۔؟'' ایلیا سے پہلے ابیل کسی بم کی طرح پھٹا، وہ چونکہ وہاں موجود تھا اس لیے سب سے زیادہ اثر اسی کے دماغ پہ دکھائی دیا۔''
''ارے، ایک بندے اور پانچ بندوں کا فرق نہیں ہوتا کیا۔'' ابیلا اب اس کو غیض بھری نظروں سے دیکھنے لگیں۔
''پلیز جانے دیں امی۔ہم کون سا روز روز کہیں جاتے ہیں۔'' اب وہ چھوٹا ہونے کا فائدہ اٹھاتے ماں سے چپک گیا تھا۔
''سب کا جانا ضروری تو نہیں۔میں کہاں آفس چھوڑ سکتا ہوں۔'' محسن نے چشمہ درست کرتے حصہ لیا۔''
''میں بھی بالکل نہیں جانا چاہتی'' ابیلا نے شوہر کی حمایت دیکھ کر فوراً ہاتھ کھڑے کیے۔'' ویسے بھی امی اور ابا جی ہمارے ہاں آنے والے ہیں۔کیا کہیں گے ان کو کہ ہم جا رہے ہیں۔ سنبھالیں گھر۔''
''بچے جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں۔
''محسن صاحب نے اپنی بات اب مکمل کی جس پر ابیلہ نے ان کو گھورا۔
''پہلے کبھی کہیں اکیلے گئے ہیں؟'' ابیلا نے ہاتھ نچایا ''اکیلے کہاں ہیں امی! چچا چچی کے ساتھ جا رہے ہیں۔''
''ہاں لیکن گاڑی تو اپنی ہوگی۔عمیس چلانے والا، خطرناک راستے۔بالکل نہیں۔ارے آپ بھی سوچیں کچھ۔'' وہ اب محسن کو ہولناکی سے آگاہ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔''
''جعفر بھائی کے ہاں سے بھی جانا ہے کسی نے؟'' محسن کسی اور سوچ میں تھے۔''
''میں نے ایلیا کے کہنے پر دارین سے بات کی تھی۔اس نے بھی جب سنا کہ مری کا ٹور اب نہیں بن سکتا تو کہتا ہے کہ ٹھیک ہے پھر فیملی کے ساتھ پروگرام بناتے ہیں۔'' عمیس نے آگاہ کیا۔
''اچھا گڈ، تو کون کون؟''
''اس نے سوچنے کا وقت لیا تھا، میں پتا کرتا ہوں۔'' وہ دارین کو کال ملاتے سائیڈ پر نکل گیا۔''
''میری تو سمجھ میں نہیں آتا، آپ کیوں بچوں کی باتوں کو سیریس لے رہے ہیں۔ضرورت کیا ہے کہیں بھیجنے کی۔'' ابیال کے ماتھے پہ ناراضی سجی تھی۔ایلیا الگ چور بنی بیٹھی تھی۔اتنے میں عمیس واپس آ گیا۔''
''وہ کہتا ہے کہ امی تو نہیں جا رہیں۔کیونکہ دارین کی نانی آ رہی ہیں۔اس لیے جعفر چچا، دارین اور ارسل جا رہے ہیں۔''
''ہوں، میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ بندے اگر کم ہیں تو بجائے تین کاروں میں جانے کے دو کاروں پر جائیں۔دوسری گاڑی میں عمیس اور دارین کے ساتھ جعفر ہے تو پھر مجھے یا تمہیں کیا پریشانی۔'' انہوں نے منٹوں نے پروگرام ترتیب دے ڈالا اور ایلیا کو بھی پہلی بار کچھ حوصلہ محسوس ہوا

ورنہ امی سے تو کسی طور وہ پروگرام ہضم نہ ہو رہا تھا۔ ایلیا نے کسی کے کچھ بھی اور بولنے سے پہلے منسا کو کال ملا دی اور اپنا بلکہ جعفر چچا کا پروگرام بھی بتا دیا۔ مزید یہ کہ طے شدہ پروگرام کے مطابق پرسوں ہی نکلا جائے گا۔ وہ مزید دیر کر کے پروگرام کی شکل بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔''

☆☆☆

دکاروں کی روانگی محسن علی کے مکان سے ہوئی۔ کیونکہ ایک تو یہاں سے ایلیا، عمیس اور ابیل کو لینا تھا دوسرے امی ابو بھی پچھلے روز یہیں ابیلا اور محسن کے پاس آ گئے تھے تو انہوں نے ماں باپ کا سلام لیا اور دو کاریں وادی نیلم کے لیے روانہ ہو گئیں۔ ایک گاڑی ثاقب چچا چلا رہے تھے۔ اُس میں فرنٹ سیٹ پر شوہر کے ساتھ نوشین اور پیچھے منسا، کسرا اور ایلیا تھیں۔ دوسری گاڑی دارین چلا رہا تھا۔ ساتھ اس کے ابو تھے پیچھے عمیس کے ساتھ ابیل اور ارسل۔ اس طرح سے ایک مردوں سے بھری کار اور دوسری تقریباً عورتوں کو لیے سفر پر روانہ ہوئی۔ اگست کا آخری ہفتہ چل رہا تھا۔ جہلم کا درجہ حرارت اِن دنوں کچھ اڑتیس سے چالیس کے درمیان تھا۔ وادی نیلم کی سیر کا ایک لحاظ سے یہ پرفیکٹ ٹائم تھا۔

''صبح آٹھ بجے وہ لوگ شہر سے نکل کر بڑے مین روڈ پر آ گئے تھے۔ پہلی منزل جہلم سے مظفر آباد تک تھی۔ وہاں پہنچ کر ہی طے کیا جانا تھا کہ ڈائریکٹ وادی نیلم کا سفر شروع کیا جائے یا مظفر آباد میں رُکا جائے۔''

''دارین اُن سب میں سے نقشوں اور جگہوں کا زیادہ ماہر تھا اور جعفر تو تجربہ بھی رکھتے تھے کیونکہ اِن علاقوں میں برسوں جاب کر چکے تھے۔ دارین کے کہنے پر سفر صبح سویرے شروع کیا گیا کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ مظفر آباد پہنچتے انہیں چھ گھنٹے لگ جانے ہیں۔ اور اسی کی کوششوں کی بدولت وہ آٹھ تو نہیں پر نو بجے ایم ون پر آ چکے تھے۔ دارین کو پوری امید تھی کہ بجائے مظفر آباد میں رات رکنے کے وہ آرام سے نیلم ویلی پہنچ کر کوئی ہوٹل لے سکتے ہیں۔ شروع کا سفر تو بنا کہیں رکے نسبتاً تیزی سے طے پایا لیکن جونہی لڑکیوں نے سنا کہ آگے مری آنے والا ہے انہوں نے مری میں ذرا دیر رکنے کا شور مچا دیا۔ دارین اگرچہ پلان بنا چکا تھا کہ مری میں رکے بغیر وہ اپنے راستے کو بڑھتے چلے جائیں گے لیکن لڑکیوں کا جوش دیکھ کر سڑک کنارے کار روک دی گئی۔ لوئر ٹوپہ سے ان کا روڈ تبدیل ہونا تھا۔ یہاں سے بائیں جانے پر مری مال روڈ کو راستہ جاتا تھا جبکہ انہوں نے کوہالہ جاتے روڈ سے مظفر آباد نکلنا تھا۔''

''جسے مری دیکھنے کی خواہش ہے وہ یہیں کشمیر چوک پر کچھ دیر سڑک کنارے گھوم پھر لیں۔ وادی کے نظارے یہاں سے نکلنے پر ویسے بھی بہت دکھائی دیں گے۔ مال روڈ جانے سے نرا وقت ضائع ہوگا۔''

اور جعفر بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ اگر یہاں وقت ضائع کر دیا تو رات بجائے نیلم ویلی کے مظفر آباد میں گزارنی پڑ جائے گی۔'' ثاقب چچا نے رک کر بچیوں کو سمجھایا۔''

''تھینک یو ابو۔ ہم بس زیادہ سے زیادہ دس پندرہ منٹ انجوائے کریں گے۔

''وہ سب ساڑھے تین گھنٹے بعد پہلی مرتبہ گاڑی سے نکل کر ٹانگیں سیدھی کر رہے تھے۔ مری کا موسم حسب توقع بہت حسین تھا۔ سفید اور سرمئی بادل زیادہ اوپر نہ تھے۔ اس لیے ماحول میں ہلکی سی ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی۔ جہلم کی گرمی سے نکل کر پہلی مرتبہ ماحول کی تبدیلی نہایت بھلا احساس پیدا کر رہی تھی۔ کار کا اے سی اسلام آباد سے نکلتے ہی چونکہ بند کر دیا گیا تھا اس لیے بدلتے موسم کی تبدیلی نہایت خوش کن تھی۔ کاریں انہوں نے دکانوں وغیرہ سے کافی پہلے ایک نسبتاً کھلی جگہ روک دی تھیں اور چہل قدمی کرتے اس چھوٹے

بازار کو کراس کرنے لگے۔ جہاں کھانے پینے کی اشیا، ریسٹورنٹ اور ہوٹل دکھائی دینا شروع ہو گئے تھے۔ کھانوں کی خوشبو نے بھوک بڑھا دی تھی۔ سب ہی دوپہر کا کھانا یہیں کھانے کے خواہش مند دکھائی دیئے تو ایک اچھا سا ریسٹورنٹ دیکھ کر عمیس اور دارین اندر داخل ہو گئے۔

جگہ کو پسند کرتے ہی سب کو بلا لیا گیا۔ دونوں کاروں کے افراد پہلی مرتبہ اکٹھے ہوئے تھے۔ اور اب تک کے سفر پر سب کے تبصرے شروع ہو گئے۔ عمیس کو کچھ خیال آیا۔

"ثاقب چچا! آپ اب تھوڑا ریسٹ کریں۔ ہماری کار بھی دارین کے بجائے جعفر چچا چلائیں گے، مظفر آباد تک ان کا ڈرائیور تبدیل ہو رہا ہے، میں بھی خوب آرام کر چکا ہوں۔ اب مجھے باری دیں۔"

"ارے یار! مجھے تو بالکل تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ چلانے دو۔"

"نہیں ثاقب! عمیس ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اب آپ آگے مظفر آباد تک کے تین گھنٹے آرام کریں۔ اور میرے خیال سے یہ سفر ہے بھی سیدھا اور آسان۔ مظفر آباد کے بعد پھر پہاڑی راستے ہیں تو آپ ڈرائیونگ واپس لے سکتے ہیں۔" نوشین چچی نے بھی عمیس کی تائید کی۔

"ہوں۔" ثاقب نے سر ہلایا۔ "میں پھر تم لوگوں کی کار میں آجاتا ہوں۔ لیکن عمیس! تم ہماری کار کے پیچھے پیچھے رہنا۔"

"حاضر جناب۔" عمیس نے سر جھکا کر سینے پہ ہاتھ رکھا۔ سب ہی ہنس پڑے۔ ثاقب چچا کی تاکید مزید سے صاف ظاہر تھا کہ وہ عمیس کی ڈرائیونگ پہ خاص بھروسا نہیں کر رہے تھے۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ زیادہ جانتے ہی نہ تھے کہ عمیس کی ڈرائیونگ کیسی ہے۔

"کھانا ویسے زبردست ہے۔" دارین نے کھل کر تعریف کی۔

"اور تم ہی رکنا نہیں چاہتے تھے۔" اس کے ابو نے یاد دلایا۔

"جی۔ گھر سے میں یہی مائنڈ بنا کر نکلا تھا کہ بنائر کے مظفر آباد پہنچیں گے۔ اور وہاں لنچ کر کے آگے بڑھیں گے۔ لیکن یہاں رُک کر واقعی طبیعت فریش ہو گئی ہے۔ کس کا آئیڈیا تھا ویسے۔" اس نے نوشین چچی سے مخاطب ہونے کے بہانے ایلیا کی طرف دیکھا۔

"میرا۔" کسرا نے اپنے مزاج مطابق فوراً بچوں کی طرح ہاتھ کھڑا کیا۔ ایلیا نے دارین کی طرف دیکھنے سے گریز کیا اور باتیں کرتے سب باہر نکل آئے، بادل کچھ اور نیچے آگئے تھے۔ موسم ایکدم بہت گھمبیر ہو گیا جیسے ابھی موسلا دھار بارش شروع ہو جائے گی۔

"میرے خیال سے ہمیں نکلنا چاہیے۔ اگر تیز بارش ہو گئی تو اترائی کے راستے پر کار آؤٹ آف کنٹرول ہونے لگتی ہے۔"

"چلو چلو، جلدی کرو۔" مناسب سے زیادہ گھبرائی۔ کوشش جلدی سے کار میں بیٹھ جانے کی تھی اور اسی تیزی میں اس نے عمیس کی پشت پر دھکا دیا جس پر عمیس نے چونک کر دیکھا تو بری طرح نروس ہو کر سائیڈ سے نکل بھاگی۔

عمیس تو سنجیدہ چہرا بنائے لاتعلق نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ایلیا نے بھائی کو دیکھ کر ہنسی روکی۔ عمیس نے گھور کر سنجیدہ رہنے کی تنبیہ کی۔ لیکن وہ برابر ہنس رہی تھی اور اب تو عمیس بھی ان کی کار میں آرہا تھا۔ کیونکہ ثاقب اب بڑے بھائی کے ساتھ ان کی کار میں جا بیٹھے تھے۔ عمیس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور ساتھ نوشین چچی آکر بیٹھ گئیں۔

"چلو اچھا ہے، اب ہم مزے مزے کے گانے سنیں گے۔" کسرا کا لہجہ چہکتا سا تھا۔

"چپ بدتمیز۔" نوشین نے ہنس کر گھرکا۔

"کوئی گانے وانے نہیں لگیں گے۔ بلکہ کوئی

بھی آپس میں بولے گا نہیں۔ بالکل خاموشی ہو گاڑی میں۔'' عمیس نے سنجیدگی سے وارن کیا تو باقیوں کے ساتھ ایلیا بھی بھائی کی تنبیہ پر حیران ہوئی۔

''کیوں عمیس بھائی۔ کیا ہوا؟'' کسرا نے پوچھ بھی لیا۔

''کیونکہ میرا کار چلانے کا نیا نیا تجربہ ہے۔ اور مجھے دوران ڈرائیونگ آوازیں ڈسٹرب کرتی ہیں۔

''لیکن۔'' ایلیا نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

''چپ، بالکل چپ۔'' اس نے مرر میں ایلیا کو گھورا۔

''عمیس۔۔تم۔سچ میں۔'' نوشین کی اپنی گھگھی بندھ گئی۔

''راستہ خطرناک ہو تو۔۔میرے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔'' اس نے اسٹرنگ کو دائیں بائیں جھٹکا تو پوری کار ہل گئی۔ کسرا اور منسا کی تو باقاعدہ چیخیں نکل گئیں۔'' سب ہی کی نظریں ایک ساتھ سڑک کے بل کھاتے راستوں پہ مرکوز ہو گئیں، آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ سانس بھی انہوں نے روک لیے کیونکہ راستہ تو یہ بھی خطرناک تھا۔ اور۔''

''بارش۔'' منسا جو ونڈو کے پاس بیٹھی تھی۔قطروں کی نمی محسوس ہوتے ہی اس کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔ عموماً بارش کی آمد کی اطلاع میں ایک خوشی سے بھرپور نعرہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہاں بارش کی خبر نے مزید سنسنی گم کی۔ اور اب تو بارش میں تیزی آ گئی تھی۔

''پانی ہے؟'' عمیس نے قمیض کے کف سے ماتھا پونچھا۔

''تت۔تمہیں تو پسینہ آ رہا ہے عمیس۔'' نوشین نے ہاتھ سینے پہ رکھا۔''

''میرے بابا کو واپس بلائیں۔'' منسا کی روتی ہوئی آواز سنائی دی کیا ہوا منسا۔'' ایلیا نے دیکھا وہ مرے مرے لہجے میں کہتے ایک سائیڈ کو لڑھک رہی تھی۔''

''کار روکو عمیس پلیز۔'' نوشین چچی کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ اچھا بھلا ثاقب کار چلا رہے تھے۔ عمیس کی آمد نے ہوش ہی اُڑا دیئے۔ پر عمیس نے بجائے گاڑی روکنے کے میوزک پلیئر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

فصل گل ہے، سجا ہے میخانہ
چل میرے دل۔۔سجا ہے میخانہ

''سب نے بیک وقت چونک کر پہلے میوزک اور پھر عمیس کی طرف دیکھا جس نے کار کی اسپیڈ بڑھا دی تھی۔ اُن سب کی ایک ساتھ چیخ بلند ہوئی، اور عمیس کا قہقہہ۔''

''کار روکیں پلیز۔'' کسرا چلا رہی تھی اور تب ہی ایلیا نے اسے پکڑا۔

''ارے وہ مذاق کر رہا تھا۔''

اس کے دماغ نے بھی اب کام کرنا شروع کیا تو سمجھ میں آئی کہ وہ بدتمیز تنگ کر رہا تھا۔ پہلے وہ کنفیوز ہو گئی کہ شاید عمیس کا موڈ آف ہے تب ہی ایسی حرکتیں کر رہا ہے۔''

''کیا مطلب۔'' نوشین نے سر گھمایا۔

''دیکھیں اس کو، کیسے ہنس رہا ہے۔'' ایلیا نے نوشین چچی کو متوجہ کیا۔

''سچ کہہ رہے ہو؟'' وہ انگلی اٹھا کر پوچھ رہی تھیں۔ عمیس ہنسے جا رہا تھا۔ منسا کو انہوں نے تھپک تھپک کر سیدھا کیا اور اب عمیس نے بھی کار کو سیدھی طرح چلانا شروع کر دیا۔ اب سے پہلے ایکٹنگ کو بھرپور رنگ دیتے وہ کار بھی آڑی ترچھی چلا رہا تھا۔

''بتاؤں گی تمہارے ابو کو۔ جان نکال دی ہم سب کی۔ نوشین چچی اب مسکرا کر اسے تنگ کر رہی تھیں۔

''ابو کے پاس واپس پہنچنے میں ابھی بہت دن پڑے ہیں، تب تک میں آپ کو اپنی ڈرائیونگ کے ایسے جوہر دکھاؤں گا کہ آپ یہ بات ہی بھول

جائیں گی۔"

"جی عمیس بھائی، اگر بچ گئے تو۔" کسرا نے بلا تامل تبصرہ کیا جبکہ وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔

"عمیس بھائی! یہ اگلی کار تو کہیں رُکنا ہی نہیں چاہتی۔" "بتاؤ کتنے پیارے پیارے مناظر گزرتے جارہے ہیں۔" کسرا باہر دیکھ رہی تھی۔"

"تھوڑا صبر کرلو، ہم کشمیر جنت نظیر میں داخل ہونے والے ہیں۔ تم نے وہ مناظر دیکھ لیے تو واپس آنے کو دل ہی نہیں چاہے گا۔"

"آپ گئے ہیں پہلے؟ کسرا نے بھرپور دلچسپی لی۔"

"ہاں، میں مظفر آباد اور میرپور تو جا چکا ہوں۔ لیکن یہ ایریا میرے لیے بھی نیا ہے۔ تصویروں سے اندازہ ہے کہ کیسا حسین ہوگا۔" عمیس کا موڈ آگے بڑھتے سفر کے ساتھ مزید خوش گوار ہوتا جارہا تھا۔

"مجھے تو چائے پینی ہے۔" نوشین چچی نے مجبوروں والا منہ بنایا اور عمیس نے بھی پُرسوچ انداز میں ٹھوڑی کھجائی۔

"مظفر آباد آنے میں تو ابھی ڈیڑھ دو گھنٹے ہیں۔ اچھا میں دیکھتا ہوں۔ بلکہ آپ لوگ بھی آس پاس پہ نظر رکھو۔"

"ثاقب سے پوچھتی ہوں۔ وہاں کون کون انٹرسٹڈ ہے۔" نوشین نے کال بھی ملا لی۔ وہاں صرف جعفر بھائی اور ثاقب نے ہاں کی ہے۔" نوشین نے کال آف کر کے عمیس کو بتایا۔

"اس موسم میں چائے کا تو میرا بھی دل تھا ویسے۔" عمیس نے بتایا۔"

"کیک اور سموسوں کے ساتھ تو اور بھی مزا آتا ہے۔ کسرا نے پیچھے سے لقمہ دیا تو نوشین اور عمیس نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔"

"یعنی پیچھے والوں کے منہ میں بھی پانی آیا ہوا ہے۔ بے چارے بتا نہیں رہے تھے۔"

جلد ہی سڑک کنارے تانبے کی لٹکتی چینکوں والا ایک ہوٹل دکھائی دیا تو دونوں گاڑیاں رک گئیں۔ مری سے نکلے بھی ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا تھا۔ عمیس لڑکوں کی طرف بڑھ گیا۔ ثاقب، عمیس اور دارین نے چائے آرڈر کی۔ ہوٹل کافی بارونق تھا۔ سموسے، کیک، بسکٹ سب ہی کچھ موجود تھا۔ اس کے ابو منع کرتے رہ گئے کہ باہر کی چیزیں نہ خریدو لیکن وہ کسرا کی وجہ سے کچھ سامان پیک کروا لایا۔

کھانے کا سامان کسرا کو دے کر پلٹا تو ابیل چائے کی ٹرے لیے آرہا تھا۔ عمیس نے ٹرے اس سے لے لی۔ یہاں سب کار سے نکل کر سڑک کنارے ٹھنڈے خوش گوار موسم کو انجوائے کررہے تھے۔ اس نے سب کے سامنے ٹرے کی سب اپنا اپنا کپ اٹھاتے گئے۔ لیکن منسا نے ٹرے سامنے آتے ہی نا صرف بازو سامنے باندھ لیے بلکہ منہ بھی پھیر لیا۔ ثاقب چچا دوسری ٹرے لیے وہاں آئے تو منسا نے آگے بڑھ کر وہاں سے چائے کا کپ اٹھالیا۔

عمیس حیرت سے اس کی حرکت پر غور کررہا تھا۔ منسا کا موڈ سخت خراب تھا۔ عمیس نے اب سوچا کہ وہ تو کار میں بھی بالکل چپ تھی۔ وجہ تو اسے فوراً ہی سمجھ میں آگئی کہ اس کا مذاق منسا کو اچھا نہیں لگا تھا۔ اس نے باقیوں کی طرف دیکھا۔ کسی اور نے کچھ نوٹس نہیں کیا تھا کیونکہ ان سب کی طرف جا کر تو منسا بھی نارمل بول رہی تھی۔ وہ اپنی چائے پینے ایک پتھر پہ جا بیٹھا۔ معلوم نہیں کیوں لیکن دل اپنے مذاق پر کچھ بوجھل سا ہوگیا، شاید اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ دارین نے سیٹی بجا کر متوجہ کیا تو عمیس نے چونک کر دیکھا وہ ہاتھ کے اشارے سے سب کو واپس بلا رہا تھا۔ عمیس نے بھی اپنی سابقہ جگہ سنبھالی اور سفر شروع ہوگیا۔

"میوزک لگا دو عمیس۔" ایلیا نے فرمائش کی تو عمیس نے اس کے کہنے پر فوراً ہی پلیئر آن

کر دیا۔
''ناراض سویرا ہے۔'' کمار سانو کے گانے کے بول سنائی دیئے اور بوجھل پن کو مٹاتی پہلی ہنسی عمیس کے لبوں پر آئی۔ اس نے کچھ دیر گانا بجنے دیا پھر بٹن دبا کر اگلا سونگ لگا دیا لیکن۔۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا۔''
کیوں اتنا مجھ سے ہے خفا تو۔
اسے واقعی پتا نہیں تھا ان گانوں کی ترتیب کیا ہے۔ اور یہ شاید اس کے ابو کی پسند کے گانے تھے۔ نوے کی دہائی کے اس کے امی ابا کی پسند کے گانے تو ان کو بھی ازبر تھے کیونکہ کار میں بچپن سے وہی بجتے رہتے تھے لیکن یہ بولوں کی عین وہی مناسبت۔ اس نے پھر نروس ہو کر گانا بدلا اور لاحول ولا۔۔ اس بار عمیس اپنی ہنسی نہ روک پایا۔
زندگی خفا خفا۔۔ اور تم۔
دل لگانے کی بات کرتے ہو۔''
''اسے جعفر چچا کی بہت پرانی بات یاد آ گئی۔ وہ محکمہ جنگلات میں ایک بہت اچھی پوسٹ پر تھے وہ بتاتے تھے کہ ان کی پہلی پوسٹنگ دروش میں ہوئی تھی۔ وہ دروش کے خطرناک پہاڑی راستوں پر اللہ اللہ کرتے سفر کر رہے تھے اور ڈرائیور نے عطا اللہ کی دکھی گانوں کی کیسٹ لگا دی اور ہر اگلا گانا سفر، موت، جنازہ، لاش، قبر۔
محسن صاحب کہتے تھے ہمیں جو موت سامنے دکھائی دے رہی تھی اس کا نقشہ کھینچتے عطا اللہ عیسیٰ خیلوی مزید زور لگا رہا تھا۔
عمیس کو ہنسی آ رہی تھی کہ ابھی ابھی اسے ادراک ہوا تھا کہ منسا اس سے خفا تھی اور اب یہ ابو کا میوزک پلیئر عین اسی مسئلے کو حل کرنے پہ تُل گیا تھا۔ وہ تو یہ سوچ کر بھی گھبرا رہا تھا کہ اسے اب آگے کرنا کیا ہے۔ کیا اس نے منسا سے معذرت کرنی ہے؟ منانا ہے یا پتا نہیں کیا۔ وہ سر جھٹک کر کچھ اور سوچنے لگا۔ کار مظفر آباد شہر میں داخل ہو رہی تھی۔ دارین نے کال کر کے کہا کہ بنار کے سفر جاری رکھنا ہے۔ اور وہ چونکہ اپنے اندازے سے ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہو چکے ہیں تو سیدھے اٹھمقام یا کیرن جا کر ہی کچھ سوچیں گے۔''
''میری آپی بے چاری صبح سے ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔ اب ان کو کیا بتاؤں۔'' نوشین چچی کا لہجہ ناراض سا تھا۔ نوشین کی بہن زوبیہ مظفر آباد میں بیاہی ہوئی تھی۔ اس نے نوشین سے کہا کہ وہ سب اس کے پاس ضرور کچھ دیر رکیں گے لیکن بات تو آدمیوں کی بھی ٹھیک تھی۔ شام سے پہلے انہیں کسی جگہ پہنچ کر ہوٹل میں کمرا لینا تھا۔ اور ثاقب چچا نے بھی کال کر کے نوشین چچی سے کہا کہ آپی سے کہو ہم واپسی پر ان کے پاس رکیں گے۔ نوشین نے بہن کو کال ملا کر معذرت کی۔ وہ سب جلد ہی شہر سے نکل کر وادی نیلم کو جاتے راستے پر چڑھ گئے۔ یہاں پہلا مقام پٹکا آتا تھا راستہ ایکدم ہی تبدیل ہوا تھا۔ نظارے بھی بدل گئے تھے۔ دائیں ہاتھ پہاڑ تھے تو بائیں ہاتھ دور تک حسین مناظر۔ نوسیری ڈیم آیا تو بائیں جانب کے پُل سے گزر کر جو راستہ سامنے آیا اس میں پہاڑ بائیں ہاتھ پر آ گئے اور جھیل ختم ہونے پر سڑک پہاڑوں کے بیچ سے گزرنے لگی۔ اِس راستے کے سب ہی پیچ و خم نرالے تھے۔
جب وہ کنڈل شاہی پہنچے۔ دن ڈھل رہا تھا اور اِن گنجلک ٹھنڈے پہاڑی علاقوں میں تو ماحول کچھ اور ہی گہرا اور دبیز لگنے لگا تھا۔ کسرا کو نیند آ گئی تھی۔ ایلیا بھی جھوم رہی تھی۔ منسا دونوں کے درمیان بیٹھی تھی۔ اس نے امی کو آواز دی۔ اس کا ہینڈز فری امی کے پرس میں رکھا تھا۔ وہی لینے کے لیے آواز لگائی لیکن امی نے جواب نہ دیا تو عمیس نے ہلکی سی گردن گھمائی۔
''چچی سو رہی ہیں۔'' عمیس کا لہجہ سرگوشی لیے تھا۔ منسا نروس ہو کر تھوڑی پیچھے ہوئی۔
''کیا چاہیے۔'' عمیس نے سابقہ لہجے میں

پوچھا۔ ساتھ ہی ہلکا سا مسکرا بھی رہا تھا۔
''کوئی بات نہیں۔ امی کے پرس میں سے کچھ چاہیے تھا۔''
''یہ لو۔'' اس نے ڈیش بورڈ سے چچی کا پرس اٹھا کر اسے تھمایا تو وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ عمیس نظر ملنے پر مسکرایا تو وہ پھر گھبرا گئی۔''
''تم اپنی پسند کے گانے کنکٹ کر دو میرے پلیئر سے۔'' عمیس نے ہینڈز فری والی بات سن کر مشورہ دیا۔
''نہیں، یہ سب سو رہے ہیں تو بے آرام نہ ہوں۔'' دونوں ہی مدھم آواز میں بات کر رہے تھے۔
''لیکن اگر ایسی خاموشی رہی تو کہیں مجھے نیند نہ آنے لگے۔'' عمیس نے آہستہ آواز میں اسے مطلع کیا اور وہ حسب عادت گھبرا گئی۔
''آپ کو۔ نیند آ رہی ہے؟'' اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ عمیس نے سر ہاں میں ہلا کر مجبوروں جیسا منہ بنایا، جان گیا کہ یہی سب سے بڑی اُلو ہے، پہلے بھی اسی نے مذاق کو سنجیدہ لیا تھا۔''
''ایلیا کو جگاؤں؟ اس کو کار چلانا آتی ہے۔''
''جی جی۔ مجھی سے سیکھی ہے۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر پلیئر آن کیا اور سبھی نوشین چچی ذرا سا ہل کر سیدھی ہوئی تھیں۔ وہ ایکدم سنجیدہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اور اس وقت ہی منسا کو سمجھ میں آیا کہ وہ تو سب کے سونے کا فائدہ اٹھاتے بات کرنے کا بہانا بنا رہا تھا۔ اس نے ہنسی روکنے کے لیے امی کے پرس پہ سر جھکا لیا۔
شام کے تقریباً سات بجے وہ لوگ اٹھمقام پہنچے۔ یہ ایک بڑی آبادی تھی۔ یہاں داخل ہوتے ہی بازار، ہوٹل، ریسٹورنٹ شروع ہو گئے۔
ان کی کاریں کچھ دور تک جائزہ لیتے چلتی گئیں۔ دارین اس سے کال پر رابطے میں تھا۔ اس نے کہا کہ آبادی کے دوسرے اینڈ تک چلتے چلے جاؤ۔ رش والی جگہ پر وہ ہوٹل لینے سے اجتناب کر رہا تھا لیکن بازار ختم ہوتے دارین اور جعفر ایک اور فیصلے پر پہنچے۔
وقت ابھی بہت زیادہ نہ ہوا تھا اس لیے بجائے اٹھمقام پہ رکنے کے انہوں نے آگے کیرن جانے کا ارادہ کر لیا۔ عمیس کو بھی انہوں نے کال کر کے بتا دیا، وہ تو ویسے بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ سب آگے نکلتے چلے گئے۔ اور جب کیرن کا خوب صورت پرسکون گاؤں آیا تو وہاں کے ہوٹل نا صرف انہیں زیادہ اچھے لگے بلکہ ان کا آس پاس کا علاقہ بھی دوکانوں اور آباد جگہوں جیسا نہ تھا۔ وہاں بیک پر اونچی پہاڑیاں تھیں اور کئی ریزورٹ تو اوپر پہاڑیوں کا راستہ چڑھنے پر دکھائی دے رہے تھے۔''
''داری! سامنے ڈھلان دیکھ رہے ہو۔ اس پر بہت خوبصورت ریزورٹ ہے۔ اونچی جگہ سے علاقہ بھی کیا کمال لگے گا۔ چلو تو پھر بجائے کار پر جانے کے تم اور میں پیدل چل کر دیکھ آتے ہیں۔'' اس نے مشورہ دے کر خود بھی سڑک کنارے کار روک دی۔ باقی سب باہر نکل کر ان کا انتظار کرنے لگے۔ ثاقب اور جعفر کو پہاڑی کی اونچائی دیکھ کر جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ کچھ دیر بعد دونوں واپس آئے، دونوں کو ہوٹل بہت پسند آیا تھا۔ وہ تین کمروں کی بات بھی کر آئے تھے۔ سب کو گاڑیوں میں واپس بٹھا کر اوپر پہاڑی چڑھے تو سب کے منہ سے بے ساختہ واؤ نکلا۔ سب ہی نے عجلت نہ دکھانے پر شکر ادا کیا۔ اس ہوٹل کا ویو بھی نہایت شان دار تھا۔ پہاڑی کے بیچوں بیچ بنا یہ خوبصورت ہوٹل چاروں جانب ایک الگ ہی نظارا رکھتا تھا۔ انہیں دوسری منزل پر تین کمرے ملے۔ ایک کمرا نوشین اور ثاقب نے لیا اور ابیل وہاں ارسل کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ دوسرا جعفر، عمیس اور دارین نے لیا اور تیسرا تینوں لڑکیوں کے پاس۔ سب اپنا اپنا سامان سنبھالے کمروں میں چلے گئے۔''

☆☆☆

کبھی کبھار کسی کے منہ سے نکلے کچھ الفاظ بھی کیا غضب تاثیر رکھتے ہیں۔ شاید یہ اس جذبے کی وجہ سے ہوتا ہے جو ان الفاظ کے پیچھے کارفرما ہوتا ہے۔

دادی امیرن سے ایلیا کی دوستی بہت پرانی تھی۔ وہ اپنی پوتی سے کھل کر اپنے بیٹوں، بہوؤں اور باقی پوتے پوتیوں کے متعلق گپ شپ کیا کرتی تھیں اور ایلیا جانتی تھی کہ صرف اسی سے ہی کرتی ہیں پر پچھلے دنوں جو بات انہوں نے ایلیا سے شیئر کی تھی۔

یہ موضوع اب سے پہلے کبھی نہ چلا تھا۔ اور جیسے ہی اس پر تفصیلی بات ہوئی، اللہ پاک نے اسی ہفتے میں خود بخود سبب پیدا کر دیا۔ حالانکہ جب آؤٹنگ کا پروگرام بن رہا تھا تب ایلیا کو بھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہ ٹور دادی کے آئیڈیے پر کام کرنے کی کوئی کڑی ثابت ہوسکتا ہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اسے تو آخری دن تک یہی یقین تھا کہ ایسا کوئی پروگرام پایہ تکمیل تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور جب بن گیا تو گھر سے نکلنے تک امی کی سخت ہدایات اس کے کان گرماتی رہی تھیں۔"

"امی کے فرامین میں سرفہرست ایسی باتیں تھیں کہ کون کس کے ساتھ بیٹھے گا، کمرے کس بنیاد پر لیے جائیں گے اور آخر میں کھل کر بتا دیا کہ کس کو کس سے دور رہنا چاہیے تب ہی کار میں بیٹھنے اور سفر پر روانہ ہونے کے بعد تک وہ بے یقین تھی کہ یہ ٹور دادی کے منصوبوں کا کوئی سنگ میل بن سکتا ہے۔ لیکن پھر یہی ایلیا خوبصورت نظاروں میں کھو کر امی کے اثر سے نکلی تو اسے یاد ہی نہ رہا کہ اس نے کون کون سی ہدایت یاد رکھنی ہے۔"

"یاد آ گئیں تو دادی کی کال آنے کے بعد وہ ساری باتیں جو پچھلے ہفتے ہی ان کے روبرو بیٹھ کر ہوئی تھیں، اور اب جو ایلیا کی آنکھیں کھلیں تو ایسا سازگار ماحول دیکھ کر اس کا سویا دماغ چیتے جیسا تیز رفتار دوڑنے لگا۔

وہ ہوٹل کی بالکنی میں کھڑی سخت مضطرب تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کاش اسے کوئی رازدار مل جائے اور وہ اس کے ساتھ آگے کی پلاننگ ترتیب دے لیکن۔ اس نے ہوٹل کے بیرونی لان میں بیٹھے سب ہی چہروں کو ایک نظر دیکھا۔ یہاں بھلا کس کو دل کی بات بتا سکتی تھی۔ نو میں سے چار تو وہ تھے جن کو کسی طرح ایک دوسرے سے ملانا تھا۔ باقیوں میں دو تو سنجیدہ مزاج چچا تھے۔ ابیل اور ارسل تو بچے تھے، ان سے شیئر کرنے کا ویسے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

باقی رہ گئیں نوشین چچی تو ان کی دو صاحبزادیوں کے وہ رشتے طے کروانے پہ تلی تھی، پتا نہیں ان کو یہ بات کیسی لگتی۔ اس نے منہ بنا کر نظر ہٹائی۔ کمرے میں آ کر موبائل کو دیکھا اور چٹکی بجاتے دادی کو کال ملا دی۔"

"ہیلو دادی۔ کیا کر رہی ہیں؟" اس کی آواز خود بخود دھیمی ہوگئی۔

"اے ایلیا۔" وہ خوشی سے اٹھ بیٹھیں۔ "بس بیٹا ابھی نماز پڑھ کر بستر پہ آئی ہوں۔ شاد پہنچ گئے تم سب، ابھی ثاقب بتا رہا تھا۔"

"جی دادی، بہت پیاری جگہ ہے۔ کل صبح کیمرا آن کر کے آپ کو وادی نیلم دکھاؤں گی۔ اچھا سنیں نا دادی۔ اس نے لہجہ سرگوشیانہ کیا۔

"امی ابو، آپ کے قریب ہیں؟"

"نہیں۔ وہ تو اپنے کمرے میں ہوں گے۔"

"اور دادا جان۔؟"

"ہاں، وہ تو نماز پڑھ رہے ہیں۔"

"اچھا سنیں دادی! کوئی آ نہ جائے۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ نے پچھلے ہفتے جو اپنی خواہش کا مجھ سے اظہار کیا تھا۔ بچے بچیوں کی شادی کے متعلق، یاد ہے نا۔"

''ہاں ہاں خوب اچھی طرح۔''

''تو بتائیں نا دادی۔ اب تو ہم سب یہاں اکٹھے ہو گئے۔ اتنا پیارا اتفاق ہے۔ لیکن مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہی کہ میں کروں کیا۔ میرا مطلب ہے ان سب کو ایک دوسرے کے نزدیک لانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ اب عمیس کے سامنے کسرا یا منسا کی تعریفیں شروع کر دوں تو کچھ عجیب نہیں لگوں گی۔ اور پھر دارین۔ اس سے تو میں زیادہ فری بھی نہیں۔ اس کو کیسے کسی کزن کی طرف دھیان۔''

''یہ سب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے پگلی۔ دادی امیرن ہنس رہی تھیں۔''

''تو پھر۔۔ یہ سب کیسے ہوگا دادی۔ کیا بس خود بخود۔''

''خود بخود تو بیٹا یہ بوڑھے ہو جائیں گے ایک دن لیکن قریب نہیں آئیں گے ایک دوسرے کے۔ وہ پھر ہنس دیں۔''

''ہائے اللہ دادی تو پھر کرنا کیا ہے۔ دو جھنجھلا گئی۔''

''سیانی بن میری بچی۔ دو لوگوں کو ایک دوسرے کے نزدیک لانے کے لیے ان کے نزدیک رہنے کے مواقع بنانے پڑتے ہیں، اور وہ بھی بنا ان دونوں کو کچھ محسوس کروائے۔ بس تم ایسے مواقع کی تاک میں رہو جب ان کا زیادہ وقت ایک ساتھ گزرے۔''

''تو دادی۔ کون کس کے ساتھ۔'' اسے تو یہی نہیں سمجھ آرہی تھی کہ ان چار میں سے کس کا کپل کس سے بنانا ہے۔''

''تمہارے پاس صرف یہی تین دن ہیں ایلو، اس میں سے کل دوپہر تک کے وقت میں یہ نتیجہ نکالو کہ کون کس کے ساتھ ٹھیک رہے گا۔ اگلا ڈھائی دن پھر اگلا مرحلہ۔''

''میں سمجھ گئی دادی! تھینک یو۔ اینڈ لو یو۔ اس نے خوش ہو کر کال رکھی اور عمیس نے کمرے میں جھانکا۔''

''تم لوگ یہاں ہو۔ اور۔ واؤ۔'' وہ کچھ اور کہتے رکا اور کمرے کی طرف متوجہ ہوتے پورا اندر آگیا۔ ''واہ یار، تم لوگوں کا کمرا تو بڑا شان دار ہے۔'' تین سنگل بیڈ کا یہ کمرا ریڈ اور فان کلر کی میچنگ لیے ہوئے تھا۔ وہ کھڑکی کے نزدیک گیا۔ اس کا پٹ کھول کر باہر جھانکا۔''

''ہاں مجھے تو یہی پسند آیا اور میں نے جلدی سے اپنا سامان اس میں ٹھونس دیا۔'' ایلیا بتانے لگی۔

''ہاں سامان۔'' عمیس کو اپنی بات یاد آئی تو کھڑکی بند کر کے پلٹ آیا۔ ''اسی کا تو پوچھنے آیا تھا۔ بتاؤ نا میرے کپڑے کہاں ہیں۔ ان کو رکھوں کہاں۔''

''تم اپنے کپڑے یہیں میرے سوٹ کیس میں رہنے دو۔ یہاں آکر مجھ سے مانگ لیا کرو۔ پرانے بھی میرے پاس رکھتے جاؤ، یہ کچھ ضروری سامان ابھی لیتے جاؤ۔'' ایلیا نے سوٹ کیس کھول کر عمیس کا تولیہ، شیو کا سامان، ہیئر برش، ٹوتھ برش وغیرہ علیحدہ کیے۔''

''باقی لوگ کہاں ہیں۔؟'' کمرے میں چونکہ ایلیا اس وقت اکیلی تھی تو عمیس نے پوچھا۔

''ہاں، وہ کسرا اور منسا بھی سامان وغیرہ الگ کرنے گئی ہیں۔''

''اچھا۔ وہ۔ بات سنو۔'' عمیس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو ایلیا چونکی۔ کیونکہ انداز کچھ الگ تھا۔ جیسے وہ نروس ہو۔

''ہاں کہو۔ کیا ہوا؟''

''یار! وہ منسا تب سے غصے میں ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔''

''تب سے۔۔ مطلب؟''

''ارے بھئی ..... میں نے جو مذاق کیا کہ مجھے ڈرائیونگ نہیں آتی۔''

''آں ہاں'' وہ بھی ہنس پڑی۔ لیکن پھر

چونکی۔ دادی کی دی ٹائم لائن کے اندر کچھ اور بھی واضح ہونے والا تھا۔

''تم۔اس کو منانا چاہتے ہو؟''

''اوئے نہیں نہیں۔'' عمیس بری طرح بدکا۔ ''میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ تم طریقے سے خود ہی کچھ کہہ دینا۔ اب سفر میں کوئی ایک آدھ بندہ دل میں کوئی غصہ لیے گھوم رہا ہو تو اچھا نہیں ہے.....''

''ہاں۔ پر۔ میرے خیال سے تم بنا کچھ بھی ظاہر کیے اس کا غصہ خود ہی کم کردو۔ میرا وضاحت دینا بھی عجیب لگے گا نا۔''

''تو۔۔ کیسے؟'' وہ اسے غور سے سن رہا تھا۔

''ابھی ہم سب باہر نکلیں گے کھانا کھانے۔ تو بازار بھی گھومیں گے۔ تم کچھ بھی کھانے پینے کی چیز لے کر اس کو دے دینا۔''

''صرف اس کو۔ اس کی آنکھیں باہر آئیں ''نہیں بھئی یہ تو اور بھی۔''

''اف عمیس۔ کتنا کمپلی کیٹڈ کردیتے ہو بات کو۔ جاؤ۔'' اس نے باہر سے منسا اور کسرا کی آواز سنی تو بات وہیں سمیٹ دی۔ عمیس بھی سامان لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ تب ہی وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئیں۔

''عمیس بھائی۔'' کسرا نے زور دے کر نام دوہرایا۔ ''یہ کمرا تو ہم تینوں کا ہے۔'' اسے لگا شاید عمیس کمرے پہ قبضہ کرنے آیا ہے۔''

''ہاں ہاں شیور۔ مجھے ویسے بھی جنگل میں کھلتی کھڑکیاں پسند نہیں ہیں۔'' وہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''جنگل میں۔'' منسا نے پہلے سامنے والی کھڑکی کو دیکھا پھر عمیس کو۔ اسے لگا یہ کوئی گمبھیر معاملہ ہے۔ کسرا نے البتہ اس دوران بھاگ کر کھڑکی کو کھولا۔

''خیال سے کسرا۔ ایسی جگہوں پر احتیاط بہتر رہتی ہے بجائے زیادہ بااعتماد ہونے کے۔

عمیس نے پھر لقمہ دیا۔ ایلیا نے تو لب بھینچ کر خود کو سنجیدہ رکھا کیونکہ بھائی کی نیچر سے خوب واقف تھی۔ چٹکلے چھوڑنے میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ یہ کزنز لڑکیاں اسی لیے تو متواتر شکار ہو رہی تھیں کہ وہ ان لڑکوں سے کبھی زیادہ گھلی ملی ہی نہ تھیں۔

کسرا نے ڈرتے ڈرتے باہر دیکھا۔ عین سامنے ایک جھکے درخت کی شاخیں لٹکی تھیں اور پیچھے گھپ اندھیرا۔ وہ بے ساختہ تھوڑا سا پیچھے کو ہوئی۔ عمیس نے ایک نظر ان کے ڈرے چہروں پر ڈالی اور سامان سمیٹ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

''میرے پاس تو پیر بابا کا تعویذ ہے، تم لوگ ذرا احتیاط سے۔'' وہ تاکید مزید کر کے باہر نکلا اور منسا دوڑ کر دروازے میں پہنچی۔

''کک کیا مطلب احتیاط۔ اور کون پیر بابا ؟''

''آں۔ ہاں۔'' یہ۔ اس نے اوپری جیب میں سے تہہ کیا ہوا ایک پرچہ نکالا۔ ''میں تو یہ ہر وقت پاس رکھتا ہوں۔'' اس نے انگلیوں میں پھنسی پرچی دکھائی اور پلٹ گیا۔ منسا مرے مرے قدموں سے واپس آئی تو کسرا ابھی تک کھڑکی میں کھڑی تھی۔

''اِدھر پیچھے تو کوئی پراسرار گھر بھی ہے۔ اور لگتا ہے کوئی رہتا بھی ہے۔ وہ دیکھو سایے دکھائی دیتے ہیں نا۔'' وہ انگلیوں سے اشارہ کر رہی تھی اور منسا نے بھاگ کر کھڑکی بند کی۔ چٹخنی بھی چڑھا دی۔''

''پاگل ہوئی ہو۔ کیا مطلب ہے رات کے وقت کھڑکی کھولنے کا۔ چلو اپنے بستر پر۔'' اس نے بڑی بہن ہونے کا رعب جمایا اور کسرا منہ چڑاتی واش روم چلی گئی۔ کچھ ہی دیر میں جعفر چچا کا بلاوا آ گیا، وہ سب ڈنر کرنے ہوٹل سے باہر نکل آئے تھے۔ ڈھلان اتر کر سب بازار میں آئے۔ رات کا

کھانا سب نے ایک ریسٹورنٹ میں کھایا۔ لڑکے کھانے کے بعد کہیں گھومنے کا پروگرام بنا رہے تھے لیکن ثاقب چچا نے رات کو گھومنے پھرنے سے منع کر دیا۔ کیونکہ ایک تو وہ یہاں پہنچے ہی شام کو تھے۔ پھر کمروں سے نکلتے انہوں نے مزید ایک ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ کر دیا تھا۔ اور اب کھانے سے فارغ ہوئے تو دس بجنے والے تھے۔"

"واپسی پر بازار کی دکانیں بھی بند ہو رہی تھیں۔ سب نے شرافت سے چچا کا کہنا مانا، ویسے بھی دن بھر کے سفر کی تھکاوٹ تھی۔ لہٰذا سب اپنے اپنے کمروں میں آ کر سو گئے۔ ایلیا وغیرہ کے کمرے میں تین پلنگ تھے۔ لائٹ بجھا کر تینوں اپنے اپنے بستروں پر آ لیٹے۔ ایلیا اور کسرا اگلے دن کے کپڑوں پر باتیں کرتے جلد ہی نیند میں چلی گئیں۔

منسا کی نظریں لگاتار کھڑکی پر جمی تھیں جب تک کمرے کی لائٹ جل رہی تھی کھڑکی کے پار صرف اندھیرا تھا پر اندر کی لائٹ آف ہونے پر باہر کا ویو نمایاں ہونے لگا۔ کھڑکی کے عین باہر والے درخت کی لٹکتی شاخیں جھولتی دکھائی دے رہی تھیں۔ ہلکی سی کوئی جلتی بجھتی روشنی بھی تھی جو کبھی کبھار ایک مدھم شعاع جیسی کھڑکی پہ آ پڑتی۔

منسا کی ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔ پھر بھی وہ پلنگ سے اتر کر کھڑکی تک آئی اور پردے کو کھینچ کر برابر کیا لیکن پردہ کھینچتے اس کی نظر بھی مکان پر پڑ گئی۔ کسرا سچ کہہ رہی تھی۔ بڑا پراسرار ہٹ تھا۔ اور اس میں چلتے پھرتے سایے بھی تھے۔ اسے کسرا کی بات یاد آئی تو آنکھیں زور سے بھینچ لیں۔ پتا نہیں نیند بھی کیسے آئے گی۔ میرے پاس تو پیر بابا کا تعویذ بھی نہیں۔ وہ الٹی سیدھی باتیں سوچتی اپنے آپ میں سمٹتی جا رہی تھی۔ یہاں کسی کو کچھ بتانا تو خود کو مذاق کا نشانہ بنانا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کیے آیت الکرسی کا ورد شروع کر دیا۔"

☆☆☆

"کیرن کی صبح بھی کیا سہانی تھی۔ وارین نے پچھلے کچھ عرصے سے جم جوائن کیا تھا اور اس کی جم جانے کی ٹائمنگ صبح سویرے کی تھی۔ اس لیے آج کل اس کی آنکھ خود بخود جلدی کھل جایا کرتی تھی۔ عمیس اور ابو کو سوتے دیکھ کر اس نے موبائل اٹھایا اور باہر نکل آیا۔ پہاڑی پہ ہر طرف سکون اور خاموشی تھی۔ اس نے سوچا۔ صبح سویرے کی کچھ انوکھی اور یادگار تصاویر گروپ میں شیئر کر کے واپس سو جائے گا۔ جب وہ لوگ دیکھیں گے تو ان جگہوں کو ڈھونڈتے پھریں گے۔"

"وہ چونکہ فوٹوگرافی کا خصوصی شغف رکھتا تھا اس لیے عجیب و غریب جگہیں تلاش کرنے کا ہنر اس کو آتا تھا۔ اس نے گھوم پھر کر پہاڑی کا جائزہ لیا سامنے کی ڈھلان تو آنے جانے کا سیدھا راستہ تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے باقی تین سمتوں پر دھیان دیا۔

ایک جانب تو اترنے کا راستہ ہی نہ تھا۔ یہاں پہاڑ اچانک اینڈ ہو رہا تھا اور نیچے بہت گہری کھائی تھی۔

باقی دو سمتوں میں پہاڑی راستے بتدریج اوپر کو جا رہے تھے۔ اس کے بابا کیرن کے راستے میں ان کو یہاں کی تاریخ بتا رہے تھے کہ کیرن کا پرانا نام نیلم تھا۔ اور اس کی آبادی اوپر پہاڑ پر ہوا کرتی تھی اسے یہاں اپر نیلم کہا جاتا ہے۔ لیکن پھر جدید ریزورٹ بننے پر نیچے نیا علاقہ آباد ہوا تو اسے کیرن کا نام دیا گیا اور اپر نیلم کی آبادی بھی نیچے آ کر آباد ہو گئی۔

اوپر اب پرانے کھنڈر نما ویران گھر تھے۔ شاید بھوت پریت بھی ہوں۔ وہ مسکرا کر سوچتے اوپر چڑھنے لگا۔ ایک جانب اس نے نیچے گھنا جنگل دیکھا، یہ رستہ اور آگے کا منظر کافی دلچسپ تھے۔ وہ ہوٹل کی سائیڈ والی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ڈھلان چڑھنے لگا۔ اوپر پہنچا تو

درختوں کے بیچ کا راستہ بھی دکھائی دینے لگا۔ وہ موبائل اوپن کیے تصاویر بھی بنا رہا تھا۔ ایک جگہ موٹے تنے والا درخت سامنے آگیا تو گزرنے کا راستہ تنگ ہوگیا۔ وہ درخت کی سائیڈ سے نکلا تو اچانک کوئی سامنے سے اُس سے ٹکرایا۔"

"ائی ئی ئی۔" نسوانی آواز پر اس نے اپنا چکراتا سر سنبھالا۔

"تم؟" دارین کے منہ سے چلاتی ہوئی سی آواز نکلی۔

"شش۔ شش۔" کسرا اپنا ماتھا سہلانا بھول کر دونوں ہاتھوں سے اسے اپنی آواز دھیمی رکھنے کا اشارہ کر رہی تھی۔"

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ اور یہ چپ ہونے کا کیوں کہہ رہی ہو۔ تم۔۔ تم یہاں ہو ہی کیوں؟" وہ حیرانی سے نکل کر اب غصے میں آرہا تھا۔ کسرا نے اس کی قمیص کا کف کھینچا اور وہاں سے دور آئی۔

"بتا تو رہی ہوں۔ چپ رہیں۔ وہ دیکھیں۔ ہماری کھڑکی۔" اس نے انگلی سے نیچے اشارہ کیا۔ یہ ہوٹل کی بیک سائیڈ تھی اور سامنے بہت ساری کھڑکیاں نظر آرہی تھیں۔"

"ہاں۔ تو۔۔" وہ اسے بھنویں سکوڑے گھور رہا تھا۔"

"وہاں منسا ہے۔ اگر آواز سن کر وہ کھڑکی میں آگئی تو ہمارا سارا پلان چوپٹ ہو جائے گا۔"

"کون سا پلان بھئی۔" دارین اب چڑ رہا تھا لیکن تب ہی پیچھے سے ابیل اور ارسل بھی اسی راستے سے آتے دکھائی دیئے جہاں سے کسرا آرہی تھی اور دارین کا کچھ دیر پہلے کا غصہ ان دو کو دیکھ کر ہی کافور ہوگیا۔ وہ تو ہکا بکا تھا کہ کسرا اس ویرانے میں اکیلی کیا کر رہی ہے۔ اور اب کسرا کے "ہم" کہنے کی وضاحت بھی ہوگئی۔"

"پتا ہے دارین بھائی۔ یہ اپنی منسا جنوں بھوتوں سے بہت ڈرتی ہے۔ اور وہ سمجھ رہی ہے کہ یہ پیچھے والا علاقہ بھوتیا ہے۔" ارسل ہنس ہنس کر اسے بتا رہا تھا۔"

"اچھا۔ تو پلان کیا چل رہا ہے؟" دارین بھی اب دلچسپی لینے لگا۔

"میں نے اور ابیل نے کالی چادریں پہن کر خوفناک سایے بننے کی ایکٹنگ کی اور اُدھر کھڑکی سے ایلیا آپی نے ہماری ویڈیو بنائی۔ اور اب وہ منسا کے جاگنے پر اسے ویڈیو دکھائیں گی کہ پچھلا ایریا واقعی ہانٹڈ ہے۔"

"تو یہ ہے۔" وہ ہنستے ہوئے آگے آگے چلنے لگا۔ اپنا موبائل اوپن کر کے وہ کچھ دیکھنے لگا، تبھی کسرا کو کچھ خیال آیا۔"

"دارین، آپ بھی پچھلے ہٹ کی کچھ خوفناک تصویریں بنائیں تاکہ منسا کو یقین ہو جائے۔"

"ہوم م م۔۔" دارین نے اس کی بات پہ غور کیا اور پھر ان کے پلان کا حصہ بننے کو تیار ہوگیا۔ ارسل اور ابیل بھی بڑے بھائی کے شامل ہونے پر خوش ہو رہے تھے۔ وہ سب واپس اس جھونپڑے کی طرف آئے جو کھڑکی کے عین پیچھے تھا۔ دارین نے گھوم پھر کر وہاں ارسل اور ابیل کی اور بھی بہت ساری تصویریں بنائیں۔"

☆☆☆

"آج ہم شارجہ اور کیل تک گھومنے جائیں گے۔ لیکن رہائش ہماری اِسی ہوٹل میں رہے گی۔ اس لیے شام کو یہیں واپس آئیں گے۔"

"ناشتے کی میز پر جعفر اور ثاقب نے سب کو مطلع کیا۔ سب کی یہی رائے تھی کہ آگے کی جگہیں دن بھر کے دوران جا کر دیکھ لی جائیں۔"

"ناشتے کے بعد ان کو آدھے گھنٹے سے زیادہ کا وقت نہ دیں۔" نوشین چچی نے لڑکیوں کی طرف اشارہ کر کے ثاقب کو سمجھایا۔ جانتی تھیں لڑکیاں تیاری میں کتنا وقت لیتی ہیں۔"

"پر میں تو پندرہ منٹ دے رہا تھا۔" ثاقب

نے جواباً کہا تو لڑکیاں ناشتہ چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ سب نے قہقہہ لگایا۔

''چلو بھئی۔ اتنا ٹائم تو ہمارے لیے بھی کم ہے۔'' دارین نے عمیس کے کندھے پہ ہاتھ مارا۔ ڈرائیونگ جعفر اور ثاقب کر رہے تھے۔ راستے آگے دشوار گزار اور بل کھاتے ہوئے سے تھے ،اس لیے وہ دارین اور عمیس کو ڈرائیونگ کی اجازت نہ دے رہے تھے۔ ترتیب وہی پرانی تھی۔ کیرن کے پینتالیس کلومیٹر بعد شاردا آ گیا۔ وہاں انہوں نے سڑک سے اتار کر کاریں روکیں۔ شاردا ایک بہت خوبصورت گاؤں تھا۔ پچھلی صبح جب سے سفر شروع ہوا۔ یہ پہلی جگہ تھی جہاں وہ سب بہت تازہ دم بھی تھے اور صبح سویرے کے مناظر بھی نہایت دلکش تھے۔

پچھلی شام کیرن پہنچے تو رات اور تھکاوٹ کی وجہ سے وہ اچھی طرح انجوائے نہ کر پائے تھے۔

شاردا ایک کشادہ گاؤں تھا۔ کنارے سے گزرتا دریائے نیلم جسے انڈین سائیڈ پر کشن گنگا کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اِسی دریا کے دوسرے کنارے انڈین آبادی کے گھر بھی صاف دکھائی دیتے تھے۔ ایک سائیڈ پہ بلند پہاڑ اور درمیان میں وادی میں گاؤں کے سرخ چھتوں کے چھپر والے مکان۔

یہ گاؤں کسی وال پیپر کی سینری جیسا تھا۔ یہاں آ کر وہ سب پھیل گئے۔ لڑکیاں ایک پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پہاڑی کے اوپر ایک چھوٹی سی سایہ دار جگہ بنی ہوئی تھی۔ وہ اوپر چڑھ کر اونچی جگہ سے مقبوضہ کشمیر دیکھنا چاہتی تھیں۔ دارین نے دیکھا۔ ایلیا پہاڑی کے بالکل کنارے پر تھی۔ اسے بہت بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔ دارین کو اسے مخاطب کرنے کی عادت بھی نہ تھی۔ اوپر سے وہ لاتعلق بھی بہت رہتی تھی۔ اور وہ اونچی آواز بھی نہیں نکالنا چاہتا تھا کہ کہیں گھبرا کر ایلیا پھسل نہ جائے۔ وہ تیز قدموں سے پہاڑی چڑھتا ان کے پیچھے پہنچا۔

''خیال سے۔'' اس نے کہا تو وہ سب چونک کر پلٹیں۔

''دکھائی نہیں دیتا۔ سائیڈ کتنی گہری ہے۔'' وہ پھولی سانسوں پر قابو پاتے نرمی سے بتا رہا تھا۔ ایلیا نے بائیں ہاتھ دیکھا اور شرمندہ سی ہو کر دائیں طرف کو ہوئی۔

''آپ بھی اِدھر ہو جائیں۔ پتھر، مٹی نرم ہے اُس جگہ۔'' کسرا کی نظر دارین کے پیروں کی طرف تھی۔ چہرے پر حد درجہ پریشانی اور وہ اس کے اندر دبتے بوٹوں کو دیکھ کر فوراً آگے بڑھی اور کف سے کھینچ کر اسے دائیں ہاتھ کیا۔

دارین کو بھی اب خیال آیا کہ ایلیا کو گرنے سے بچانے کے خیال سے وہ برابر بائیں ہو کر پہاڑی چڑھ رہا تھا۔ اور کف کھینچنے کی حرکت سے اسے کچھ اور بھی یاد آیا لیکن کیا۔۔ وہ اس وقت تو نہیں سمجھ پایا پر اُن کو سمجھا کر واپس نیچے اترا تو ایلیا کے روکھے رویے پر اس کا دل دکھی تھا۔ اسے بھی پتا تھا کہ وہ اسی کی خاطر وہاں تک آیا ہے لیکن ''اگر یہ تو دور رہ تو اس سے مخاطب بھی نہ ہونا چاہتی تھی۔''

''معلوم نہیں کب اور کیسے اسے ایلیا خاندان کی کسی محفل میں اچھی لگی تھی۔ کبھی کبھار وہ کسی بہانے اسے مخاطب کرنے کی کوشش بھی کرتا لیکن ایلیا کے ماتھے پر بل دیکھتے ہی بل پڑ جاتے۔ وہ اسے پسند نہیں کرتی تھی۔ دارین کو اب جیسے ٹھیک سے ادراک ہو رہا تھا۔ وہ پہاڑی اتر کر ایک بنچ پر آ بیٹھا۔

عمیس، ثاقب چچا اور اس کے ابو دور ایک جگہ کھانے پینے کی کچھ اشیاء خرید رہے تھے۔ ابیل اور ارسل بھی اب نوشین چچی کو لیے اوپر پہاڑی چڑھ رہے تھے۔ دارین نے موبائل اوپن کیا۔ گیلری میں جا کے گزرے وقت سے کچھ پہلے اپنی کھینچی تصاویر دیکھنے لگا۔ شاردا کے راستے میں

تو اُس نے کم ہی تصاویر بنائی تھیں۔ اس وقت صبح والی تصاویر سامنے آگئی تھیں۔ جس وقت درخت کے پیچھے سے اچانک کسرا سامنے آئی تھی موبائل کا کیمرا سامنے کھلا ہوا تھا۔ دھندلی سی اُس تصویر میں خوف سے کھلی آنکھیں لیے وہ اسے دیکھ رہی تھی اور کلک دب گیا تھا۔

اس نے مسکرا کر تصویر کو دیکھا اور سوچا باقیوں کو دکھائے گا تو وہ کسرا کا خوب مذاق بنائیں گے۔ پھر وہ باقی تصویریں دیکھنے لگا۔ اِن میں ابیل اور ارسل کالی چادریں پہن کر بھوت بننے کی کوشش کررہے تھے۔ کچھ تصاویر میں کسرا بھی ان کی تیاری کروانی اور ہدایات دیتی نظر آرہی تھی۔ اور ان ہی تصویروں کو دیکھتے اسے "کف" والی دوسری بات بھی یاد آگئی۔ صبح بھی اس کی تمیض کا یہی کف کسرا نے ہی کھینچ کر اسے ہوٹل کی کھڑکی سے دور کیا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر سامنے توجہ کی۔ سب آگے چلنے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ شاردا سے کیل کا سفر قریب آدھے گھنٹے کا تھا۔ ابیل اور ارسل دوسری کار میں بیٹھنے کی ضد کرنے لگے۔ نوشین نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ ظاہر ہے یہ کھل کر کہنے کی بات تو نہ تھی پر کسی طرح خود ہی مینج کرنا تھا۔ ایلیا نے منسا سے کہا کہ ہم دونوں اس گاڑی میں جاتی ہیں۔ اس کا چونکہ بھائی ساتھ تھا تو وہ پیچھے عمیس کے ساتھ درمیان میں بیٹھ گئی اور کھڑکی والی سائیڈ پر منسا بیٹھ گئی۔ جعفر چچا اور دارین آگے بیٹھے تھے۔

"روڈ ویسے بہت اچھا ہے ابو۔ آپ تو یونہی وہم کررہے ہیں۔ دارین شاید اُن سے ڈرائیونگ لینا چاہتا تھا۔"

"اچھا بھئی۔ واپسی پر تم لے لینا۔ تب شاید مجھے نیند آنے لگے۔"

"اچھا وہ۔ جعفر چچا!" منسا نے پیچھے سے منمناتی آواز نکالی۔

"جی بیٹا!" جعفر نے مرر منسا پہ سیٹ کر کے ایک نظر اسے دیکھا۔

"وہ۔ میں۔ کیا کہہ رہی تھی۔ کہ جگہیں تو یہ ساری بھی بہت خوبصورت ہیں۔ تو ہم نے کیرن میں ہی ہوٹل کیوں لے لیا۔"

"اصل میں بیٹا۔ مظفر آباد سے نکلتے دیر ہوگئی تو یہاں پہنچتے ہمیں شام ہوگئی اور ہم رات کا سفر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ویسے تو شاردا بھی بہت نزدیک ہے لیکن شاید ہم زیادہ لیٹ ہوجاتے۔" جعفر نے تفصیلی جواب تو دیا لیکن منسا کی تشفی نہیں ہوئی۔

"ہم۔ آج ہوٹل چینج نہیں کرسکتے؟"

"لیکن کیوں بیٹا۔ اور اب تو ہم بنا سامان کے نکل آئے ہیں۔"

"ہاں۔ تو کیا مسئلہ ہے منسا؟ عمیس کو تو سوال پوچھتے ہی سمجھ آگئی کہ اس بے چاری کو یہ لوگ ڈرا چکے ہیں۔

"کچھ نہیں ہوتا منسا۔ آیت الکرسی کا ورد جاری رکھو۔ ایلیا نے ہلکی آواز میں نہایت بردباری سے مشورہ دیا۔

دارین نے لب بھینچ کر ہنسی روکی اور جلدی سے پلیئر آن کردیا تاکہ ابو بات کو سمجھ نہ سکیں۔ وہ اور عمیس بھی اب تو اِن ڈائریکٹ اس پلان کا حصہ بن چکے تھے۔ کاریں کیل پہنچ چکی تھیں۔ شاردا سے نکلتے ہی آگے کے تمام سفر میں گہرے بادل آگئے تھے۔ دن کے وقت بھی یہاں کا موسم نہایت گمبھیر سا ہوگیا تھا۔ بادل ایک تواتر سے جیسے وادی میں جمع ہوتے جارہے تھے۔ کبھی کبھار ایسے موسم سے دل گھبرانے لگتا ہے۔ نوشین تو ارد گرد کوئی ریسٹورنٹ جیسی جگہ ڈھونڈ رہی تھی تاکہ بارش شروع ہوجائے تو ایسی کسی جگہ پر فوری پناہ لی جا سکے۔ عمیس نے جعفر چچا سے کار کی چابی لے کر خود ہی کار کو ایک سائیڈ پہ پارک کردیا۔ وہ گاڑی کو لاک کر کے باہر نکلا تو دیکھا کہ منسا ابھی تک وہیں کھڑی ہے۔ وہ اسے تعجب سے دیکھ رہا تھا۔

"وہ۔ آپ مجھے۔ اس پیر بابا کی پرچی دے سکتے ہیں؟" منسا نے اپنے رکنے کی وجہ فوراً ہی اگل دی کیونکہ پیچھے کسرانے آواز دی تھی۔

"پرچی نہیں کہتے گستاخ!" عمیس نے لہجے میں رعب پیدا کیا۔ "بہت متبرک تعویذ ہے یہ۔"

"اچھا۔ پلیز مجھے بھی دیں۔ پچھلی پوری رات مجھے نیند نہیں آئی۔ اور آج پتا چلا کہ وہ جگہ سچ مچ خوفناک ہے۔"

"کیسے پتا چلا؟" عمیس نے انجان بن کر پوچھا۔

"آپ کو پتا ہے۔ ایلیا صبح کھڑکی سے دیکھ رہی تھی تو اس کو وہاں بھوت نظر آئے اس نے تو فوراً ویڈیو بنالی۔ میں نے بھی دیکھی، آج میں اس کمرے میں نہیں سونے والی۔"

"ارے کچھ نہیں ہوتا۔ پھر تعویز تو ہے نا۔"

"ابھی دے دیں مجھے۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔"

"بھئی وہ تو میرے لیے ہے۔ وہ کیسے دے سکتا ہوں۔ عمیس کو یاد آیا کہ تعویز کی کہانی کو پھیلاتے وہ خود بھول گیا تھا کہ جیب سے نکلنے والی وہ پرچی تو پٹرول کی رسید تھی۔"

"میں پیر بابا سے پوچھ کر تمہارے لیے لکھ دوں گا۔ اوکے۔ اس نے فوراً بات بنائی اور منسا سر ہلاتی واپس پلٹ گئی۔ وہ ہنسی روکے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جب وہ ذرا دور چلی گئی تو اس نے پکار کے ڈنیش بورڈ سے ایک صاف پیپر اور پین لیا اور بونٹ پہ بیٹھ کر پہلے چوکور پرچی بنائی پھر کچھ لکھنے لگا۔ دارین نے دور سے اسے وہیں پارکنگ والی جگہ پر لکھتے دیکھا تو اس کے پیچھے آگیا۔

"کیوں بھئی۔ یہاں سے ہل کیوں نہیں رہے تم؟"

"یار۔ کچھ آئیڈیا ہے، تعویز کیسے لکھتے ہیں۔ یہ اس کو دیکھو ذرا۔ اس نے پرچی سامنے کی تو دارین نے آنکھیں پھاڑیں۔"

"چائنیز تعویز۔؟"

"ارے یار۔ عمیس کھسیا گیا۔" مجھے تو کچھ آڑھی ٹیڑھی لائنیں یاد آرہی ہیں۔ تم ہی نرائی کرو پلیز۔"

"ہوا کیا ہے۔ کس کو دینا ہے۔ دارین کو تو کچھ خبر نہیں تھی۔ عمیس نے اسے رات والی بات بتائی۔

"کیوں مجھے گنہگار کرتے ہو۔"

"کچھ نہیں ہوتا۔ کون سا کسی پہ کالا جادو کروا رہے ہیں۔ اب نکل گئی منہ سے بات۔ مجھے اب جھوٹا نہ کرواؤ۔"

"شیخیاں مارنا ضروری تھا۔ دارین اب اسے چھیڑ رہا تھا۔ عمیس شرمندہ سا ہنس پڑا۔ شیخی تو اس نے واقعی تھی۔ دارین نے ساتھ ساتھ پین سے کچھ بنا بھی ڈالا۔"

"واہ یار۔۔ قسم سے۔ بالکل ایسا تو ہوتا ہے۔"

"پیر بابا کی فیس؟ دارین نے ہتھیلی سامنے کی۔ لیکن عمیس نے اس کا وہی ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ کھینچا۔

"زبان بند رکھو گے تو سوچیں گے۔"

"سیریس ہو؟ دارین نے رُک کر ایکدم ہی نہایت سنجیدگی سے پوچھا۔ عمیس بھی وہیں رُک گیا۔ دارین کے اس مختصر سے سوال کا ایک پس منظر تھا جسے سوائے عمیس کے کوئی اور سمجھ بھی نہ سکتا تھا۔ عمیس نے دور ایلیا کے ساتھ کھڑی منسا کو دیکھا۔ بنفشی اور گرے کپڑوں میں ملبوس وہ اس سرسبز وادی میں کسی شاداب کلی جیسی لگ رہی تھی۔ بلکہ ڈری سہمی سی کلی۔ وہ سوچ کر ہنس دیا اور پھر دارین کی طرف دیکھ کر سر اثبات میں ہلایا۔

"ہاں۔ سو فیصد سیریس۔ دھوکے کی لائف۔۔ اب اور نہیں۔"

"تو وہ۔۔ ہمارا اسلام آباد کا ٹرپ۔؟ اس نے کچھ یاد دلایا۔"

''روکاوٹ بھی اللہ کا اشارہ ہوتا ہے۔ اصل ٹرپ یہ تھا جس کا راستہ قدرت نے بنایا اور جسے میں گھر والوں کی خاطر مارے باندھے نمٹانے والا تھا۔''

''بتاؤ نا۔ کیا ہوا اُدھر۔؟ ابھی دو دن پہلے تک تو۔''

''ہوں آؤ۔ وہ اسے ساتھ لیے دریا کی طرف بڑھ گیا۔ کنارے جا کر دونوں نیچے گھاس پر بیٹھ گئے۔ عمیس نے موبائل کھول کر کچھ تصویریں اس کے سامنے نکالیں۔''

''کیا یہ ایک ہی لڑکی کی ہیں۔؟

''آف کورس۔ کیا شک ہے۔ ذرا سا ہیئر اسٹائل تبدیل ہے۔''

''یہ مجھے علی جنید نے بھیجی ہیں۔ اور یہ مجھے عروسہ نے بھیجی تھی۔''

''معاملہ کیا ہے؟ دارین کو ابھی بھی کچھ واضح نہیں ہوا تھا۔''

''علی جنید نے ایک دو بار مجھے عروسہ کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے ملا اور اس نے مجھے کچھ تصاویر اور چیٹ وغیرہ دکھائے۔ میں نے عروسہ سے پوچھا تو اس کی گھبراہٹ سے رہا سہا شک بھی دور ہو گیا۔ میں کچھ غصے میں آ گیا اور جھگڑنے لگا بلکہ اس کی سچائی کا ثبوت مانگا تو اس نے مجھے بلاک کر دیا۔''

''لیکن کچھ دن بعد تم پھر جذباتی ہو گئے تو۔'' دارین کے لہجے میں خفگی سی تھی۔

''یار! تم کس لیے ہو۔ تم سمجھاتے ہو تو بتاؤ کیا مجھ پہ اثر نہیں ہوتا؟''

''میں تو نجانے کب سے یہی سمجھا رہا ہوں کہ انجان لوگوں کے ہتھے چڑھنا بند کرو۔ پر تمہیں عقل شاید اب آئی ہے۔''

''یہ کم بخت عقل بھی تو چوٹ کھا کر آتی ہے۔ خیر۔'' عمیس نے ایک گہری سانس لی۔ ''اب میں اس موضوع پر بات کرنا بھی نہیں چاہتا۔''

''اچھی بات ہے۔ لیکن صرف نہ بولنے سے کام نہیں چلے گا۔ اپنے آپ کو بدلنا پڑتا ہے۔''

''تمہیں میرا بھروسا نہیں ہے نا؟'' عمیس اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

''بات صرف اتنی نہیں ہے عمیس۔ دارین بہت سنجیدہ تھا۔ ''تمہارا دل ٹوٹے ابھی تین چار دن ہوئے ہیں۔ یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے لیے اپنا آپ سنبھالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایسے میں تم یہاں آ گئے۔ اپنا من بہلانے کے لیے اگر تم خود کو مصروف رکھو یہاں تک تو بات ٹھیک ہے لیکن اگر اس چکر میں کوئی معصوم کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائے اور اس کے بعد تم کسی اور رستے نکل پڑو تو یہ غلط ہے۔''

''میں سمجھ رہا ہوں۔'' عمیس نے اسے خاموشی سے نہ صرف سنا بلکہ بہت کچھ اس کی سمجھ میں بھی آیا۔ جب وہ دونوں وہاں سے اٹھے تو عمیس نے پرچی کو پرزے کر کے دریا میں بہا دیا۔ دارین نے اس کی حرکت کو خاموشی سے دیکھا اور وہ باقی سب کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

کیل میں انہیں دوپہر ہو گئی۔ وہاں کا پرسکون ماحول ایسا تھا کہ کہیں اور جانے کو دل ہی نہیں چاہا۔ اور اب ان کا ارادہ تھا کہ آگے تاؤبٹ بھی دیکھ لیا جائے۔ دارین نے سنا تھا کہ وہاں کا راستہ نسبتاً خطرناک ہے پر باقی سب آگے جانے کے لیے راضی تھے اس لیے سفر شروع کر دیا گیا۔ اس مرتبہ ایلیا کے ساتھ کسرا آ کر بیٹھ گئی۔ کیونکہ پیچھے کے سفر میں وہ بور ہو رہی تھی، اس لیے اب منسا کو بور ہونے بھیج دیا گیا۔ اور کسرا کی زبان کو تو ایک منٹ بھی آرام نہیں تھا۔

''اگر ہمیں تاؤبٹ میں شام ہو جائے جعفر انکل۔ تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم رات وہیں رُک جائیں؟''

''سامان تو ہے کوئی نہیں۔'' ایلیا نے منہ بنایا

''ارے ہاں!'' کسرا کو بھی اب خیال آیا۔
''یہاں سے ہم جلدی واپسی کریں گے اور شام بھی نہیں ہونے دیں گے۔ کھانا ہم شاردا میں کھا چکے۔ وہاں بس چائے پی کر تازہ دم ہوں گے اور واپسی کریں گے۔'' جعفر نے مطلع کیا۔
''اور کل کا دن۔؟'' کسرا کو ایک اور خیال آیا۔ ''کل بس واپسی؟''
''نہیں۔ کل تم لوگ کیرن میں گھومو پھرو۔ اب گرمی سے بچ کر بھاگے بھی ہو تو دو دن کی تفریح تو زیادتی ہے۔'' جعفر نے مسکرا کر اسے تسلی دی اور وہ بھی خوش ہوگئی۔
''وہ لوگ تاؤبٹ پہنچے تو بارش شروع ہو چکی تھی۔ نوشین چچی جس بارش کے ہونے سے ڈر رہی تھیں وہ انہیں یہاں آن برابر ہوئی۔ وہ لوگ تاؤبٹ کے چھوٹے سے بازار میں یہاں وہاں بکھر گئے۔ کسرا اور ایلیا جوتوں کی ایک دوکان میں آ رکی تھیں۔ کسرا کو پھول دار کڑھائی والی چپلیں بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ وہ بیٹھ کر پہننے لگی۔
''میں تو ان میں سے ایک ضرور لوں گی ایلیا۔ دیکھو پہننے میں بھی کتنی نرم ہیں۔ وہ ایک دم جوش میں آ کر بولی۔ ایلیا کا دھیان البتہ سامنے کی دوکان پر لگا تھا۔ کن اکھیوں سے اس نے دیکھا کہ دارین سامنے کی دوکان میں پشاوری چپل دیکھ رہا تھا۔
ایلیا کا تیز دماغ اس وقت خوب کام کر رہا تھا۔ عمیس اس وقت دارین کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ تو مسلسل ایسے کسی موقع کی تلاش میں تھی جب وہ کسرا اور دارین کو اکیلا کچھ وقت مہیا کرے۔ وہ بھی بنا دونوں کو کچھ معلوم ہوئے۔''
''کسرا۔ تم آرام سے جوتا پسند کرو۔ میں بس ابھی آئی۔'' وہ اسے کہہ کر سامنے کی شاپ پر آئی۔
''دارین بھائی۔ وہ۔ آپ فری ہیں؟''
''ہاں۔ کیوں؟'' دارین اسے مخاطب ہوتے دیکھ کر متعجب تھا۔ پر ایلیا نے اس کی حیرت بھری خوشی جلد ہی کافور کر دی۔
''مجھے نوشین چچی کے پاس جانا ہے۔ ہمیں کچھ شالیں پسند آئی تھیں۔ میں اُن کے پاس جا رہی ہوں۔ پر سامنے کسرا اکیلی بیٹھی ہے۔ اسے یہاں سے جوتا خریدنا ہے۔ آپ پلیز اس کو ساتھ لے کر آنا۔'' وہ کہہ کر بنا اس کا جواب سنے وہاں سے چمپت ہوگئی۔ اور دارین ایک گہرا سانس اندر کو کھینچتے سامنے کی دوکان میں آ گیا۔
''جی۔ تو آپ کو جوتا پسند آیا؟'' وہ لکڑی کے بنچ پر تھوڑا فاصلہ چھوڑ کر خود بھی بیٹھ گیا۔ باہر چونکہ بارش تیز ہو چکی تھی تو فی الحال اسی دوکان میں بیٹھنا ہی بہتر تھا۔ دکاندار البتہ منتظر تھا کہ وہ کچھ خرید لیں۔ تب ہی دارین کو خیال آیا کہ وہ امی کے لیے یہاں سے جوتا کیوں نہ خرید لے۔
''سنو۔ یہ میری امی کے لیے کیسا رہے گا۔ اس نے ایک جوتا ہاتھ میں لے کر کسرا سے پوچھا۔
''ہیل ذرا اونچی ہے۔ بھائی۔ ذرا وہ دکھانا۔ کسرا نے ایک قدرے کم ہیل والی جوتی کی طرف اشارہ کیا پھر دارین کو دیکھا۔
''نمبر معلوم ہے چچی کے شوز کا؟''
''اوہ! نہیں۔ دارین کو خیال آیا کہ سائز کے بنا کیسے خرید لے۔
''آپ پوچھ لیں اُن سے۔'' کسرا نے مشورہ دیا تو اس نے فون آپ کر کے موبائل اوپن کیا۔ اور امی کو کال ملا کر اسی وقت جوتے کا سائز پوچھ لیا۔
''چچی کو تصویریں دکھا دیں جوتوں کی۔ وہ خود ہی اپنی پسند کا لے لیں گی۔ کسرا نے مزید کہا تو دارین ایک بار پھر اس کے مشورے کا قائل ہوا۔ اس نے کچھ جوتوں کے ڈیزائن اسی وقت امی کو بھیجے اور تھوڑی ہی دیر میں امی کے جوتے کا

فیصلہ ہوگیا۔ اس نے پے منٹ کی اور اس دوران کسرا نے بھی ایک جوڑی جوتے خرید لیے۔

''بارش تو رُک ہی نہیں رہی۔ کسرا نے تھیلے اٹھا کر پریشانی سے باہر دیکھا۔

''کوئی بات نہیں باجی۔ بارش رکنے تک بیٹھ جائیں۔ اب چونکہ دکاندار ان سے خوش تھا تو اس نے خود ہی آفر کردی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور رکنے پر اتفاق کیا۔ دارین کے موبائل پر نوشین چچی کی کال آرہی تھی۔ انہوں نے دارین سے کسرا کا پوچھا تو اس نے چچی کو تسلی دی کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔''

''تم ساتھ ہو تو فکر کیسی۔'' نوشین نے مسکرا کر کہتے کال آف کی اور ایلیا نے پہلی بار چچی کے چہرے پر ایک تحریر بہت واضح لکھی محسوس کی۔ وہ تو ہمیشہ یہ سمجھتی تھی کہ اس کی ماں اور چچیاں ایک دوسرے سے دور رہنے میں ہی عافیت سمجھتی ہیں، لیکن اب شاید وہ سمجھ پا رہی تھی۔ اور بات کافی واضح بھی تھی۔

اس کی امی اور آصفہ چچی کا مزاج ''بیٹوں کی ماؤں'' والا ہی تھا۔ نوشین چچی کا مزاج البتہ اُسے اب سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ دو جوان بچیوں کی ماں تھیں اور ظاہر ہے کہ ہمارے معاشرے کی ہر دوسری ماں کی طرح بچیوں کے مستقبل سے پریشان بھی تھیں۔ ایسے میں وہ کیوں نہ چاہتی ہوں گی کہ اپنے گھر خاندان کے دیکھے بھالے لڑکے آگے آئیں اور ان کی بچیوں کا ہاتھ تھامیں۔

ایک ذرا سی لمحے بھر کی بات تھی اور اس نے نوشین چچی کا دماغ پڑھ لیا تھا۔ وہ دل ہی دل دعا گو ہوئی کہ کاش وہ ان کی دونوں بیٹیوں کے لیے کچھ کر سکے۔ پھر اسے دادی کا بھرپور ساتھ حاصل تھا۔ زیادہ فکر اسے دارین کی تھی۔ اس نے خلاف مزاج خود کو دارین کے سامنے انتہا کا روکھا اور سڑو ظاہر کیا تھا کہ کاش وہ اس کا دھیان اپنی طرف سے ہٹانے میں کامیاب ہو سکے اور یہ اس کی دل سے تمنا تھی۔ کیونکہ اس کا اپنا دل دارین کی طرف کبھی مائل رہا ہی نہیں تھا۔ اس معاملے میں وہ واقعی سڑو تھی۔ وہ اپنی سوچ پر آپ ہی ہنس پڑی۔

☆☆☆

''دارین۔'' کسرا کو پھر کوئی سوال یاد آگیا تو گردن پھیری۔

''جی۔ دارین بھی اب عادی ہو رہا تھا۔ نہایت فرماں برداری کا مظاہرہ کیا۔ دونوں دکان کے بنچ پر بیٹھے تھے۔ دکاندار باہر چھجے کے نیچے بارش کا نظارا کر رہا تھا۔''

''ضروری ہے کہ کل ہم کیرن میں گھومتے رہیں؟''

''اممم۔۔ کیوں۔'' وہ کچھ سمجھ نہیں پائی۔''

''میرا مطلب ہے اگر ہم جلدی نکل جائیں تو کیا واپسی پر مری۔۔ اس نے کہتے کہتے رک کر تائید چاہی تو دارین بھی ہنس دیا۔

''اچھا۔ مری کی حسرت ابھی گئی نہیں۔''

''وہاں ہم ذرا شاپنگ کر لیتے۔''

''چلو۔ دیکھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کل کیرن بھی پورا دن رہیں اور پرسوں یہاں سے نکلیں تو مری میں بھی آرام سے گھوم پھر سکتے ہیں۔''

''پھر تو آپ ہی سب سے کہیں۔''

''میں کیوں؟''

''کیونکہ آپ کی بات سب سنتے ہیں۔'' کسرا نے بے ساختہ کہا۔

''اچھا۔ وہ کیسے؟'' دارین حیرت سے ہنسا۔

''ارے۔ آپ کو نہیں پتا۔ وہ الٹا حیران ہوگئی۔'' آپ کا تو بڑا ڈنکا ہے یہاں سب ہی آپ سے بہت متاثر ہیں۔ آپ جب بولتے ہیں تو سب چپ کر کے سنتے ہیں۔''

''ہیں۔ واقعی؟'' وہ سچ مچ حیران تھا۔ اور اس بات پر زیادہ کہ کسرا کو اتنا کچھ کیوں معلوم تھا۔

''تو اور۔۔ ہمارے گھروں میں تو آپ کی سمجھ داری اور ذہانت کی مثال دی جاتی ہے۔''

''اچھا۔کمال ہے۔''

''یہ جتنے بھی لڑکے ہیں نا۔''اس نے تھوڑا سا قریب ہوکر جیسے اندر کی بات بتانے کی کوشش کی۔دارین جھک کر تھوڑا پیچھے ہوا۔

''یہ آپ جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔یاد ہے آپ نے تاراباجی کی شادی میں نیا ہیئر اسٹائل بنوایا تھا تو ارسل،ابیل اور عمیس تینوں نے اس کی نقل کی تھی۔وہ منہ پہ ہاتھ رکھے ہنس بھی رہی تھی۔

''لیکن مسئلہ یہ ہے کہ آپ جیسے بال تو کسی کے نہیں،سب کا حلیہ بگڑ گیا تھا۔آپ کے بال تو بس آپ کو ہی سوٹ کرتے ہیں۔''

وہ بے تکان بولے جارہی تھی اور دارین ہلکا سا سر بائیں جانب گھمائے اس کو دیکھ رہا تھا۔اس نے نیلے رنگ کے تین مختلف شیڈز والی بہت پیاری ڈریس پہن رکھی تھی۔لمبی چست قمیص کے ساتھ گردن کے پیچھے سے گھما کر دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔اور بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائی ہوئی تھی۔اس کے بال نہ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے۔گردن سے ذرا نیچے تک جھولتی پونی ٹیل اور ماتھے کے ہلکے گیلے بال۔وہ نہایت نفیس نقوش کی اسمارٹ اور نازک سی لڑکی تھی۔اس کے برخلاف دارین ایک ورزشی جسم کا حامل چوڑا اور اونچا لمبا لڑکا تھا۔قدوقامت میں البتہ کسرا باقی سب ہی لڑکیوں سے لمبی تھی۔دارین نے سوچا اِس حساب سے تو ہمارا جوڑا اچھا رہے گا۔اور سوچ کر وہ خود بھی حیران ہوا کہ یہ خیال اسے کیوں آیا۔

اُسی وقت ایلیا اور منسا ایک دکان سے نکل دوسری میں داخل ہوئیں تو دارین کو اپنی بات کی وجہ بھی سمجھ آگئی اور اسے ہنسی بھی آئی۔ایلیا اسے پسند تو تھی لیکن اس کا قد درمیانہ تھا۔وہ اکثر یہ بات سوچتا کہ اگر اس کی شادی ایلیا سے ہوگئی تو قد کا فرق ذرا عجیب لگے گا،دوسرے ایلیا اس سے دو ڈھائی سال بڑی تھی۔یہ بات بھی اسے خوب کھٹکتی تھی کہ اپنی امی کو وہ کیسے منا پائے گا جبکہ وہ عمر میں لڑکے سے بڑی لڑکی والی بات سے شدید چڑتی تھیں۔اور اب وہ یہ کیسی فضول کی باتیں سوچ رہا تھا۔وہ اپنے ہی خیالات پر جھینپتا باہر نکل آیا کیونکہ بارش میں واضح کمی آئی تھی۔عمیس نے کال کرکے کہا تھا کہ پارکنگ والی جگہ پر آجائیں۔

''دارین۔ایک منٹ۔''کسرا چلتے چلتے رُکی اور اس نے ایک شاپ کے سامنے رُک کر ڈسپلے پہ لٹکی شال کی قیمت پوچھی اور آگے بڑھ آئی۔

''میں آپ کو نام سے بلاتی ہوں۔آپ کو برا تو نہیں لگتا؟''وہ سچ مچ ضرورت سے زیادہ باتونی تھی۔آکورڈ کرنے والے سوال بھی پوچھنے سے باز نہ رہتی تھی۔دارین ہنس پڑا۔

''نہیں،برا نہیں لگتا۔''

''منسا مجھے آج صبح ٹوک رہی تھی کہ بدتمیزوں کی طرح نام کیوں لیتی ہو۔میں نے کہا تمہیں نہیں پتا پر ہم بچپن کے دوست ہیں۔''

''ہوں۔''وہ پھر مسکرا دیا۔جب وہ سب دادا ابا والے بڑے مکان میں ایک ساتھ رہتے تھے تو اس دور کی بڑی یادیں تھیں۔ایلیا،کسرا،منسا،عمیس اور وہ حد سے زیادہ شرارتی ہوا کرتے تھے۔ابیل اور ارسل کو وہ اکثر اس دور کے قصے سنا کر جیلس بھی کیا کرتے تھے۔

''آپ کو یاد ہے،مجھے سب کی سالگرہ یاد رہتی تھی اور میں چپکے سے صرف آپ کو بتاتی تھی اور ہم چھپ کر گفٹس تیار کیا کرتے تھے۔وہ دونوں بازار کے درمیان سے گزرتے آگے بڑھ رہے تھے۔بازار ختم ہونے کے بعد کھلی جگہ سے بائیں جانے پر ایک ڈھلان کنارے کاریں کھڑی تھیں۔''

''ہاں اور میری تمہاری سالگرہ میں غالباً ایک مہینے کا فرق ہے۔اور ڈیٹ سیم۔''اسے یاد آیا چودہ جنوری کو اس کی برتھ ڈے کے ٹھیک مہینے بعد چودہ فروری کو کسرا کی برتھ ڈے منائی جاتی تھی۔

''جی اور سال بھی ایک۔ اب ایک مہینہ ہی تو چھوٹی ہوں۔ نام لے لیتی ہوں تو کون سی بے ادبی والی بات ہے۔ ہے نا؟''

''ہوں۔'' وہ دبا دبا مسکرایا تو کسرا نے خفت سے ہتھیلی ماتھے پہ بجائی۔

''زیادہ بولنا اچھا نہیں ہوتا پر پتا نہیں کس کوے کی گھٹی ہے مجھے۔''

''میری امی کی۔'' وہ جواب دیتے قہقہہ لگا کر ہنس بھی پڑا تھا اور کسرا نے بھی ہنسی روکنے کے لیے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا کیونکہ اسے بھی اپنی امی کی بات یاد آ گئی۔

کسرا کو واقعی آصفہ تائی نے گھٹی دی تھی۔ وہ دونوں کاروں والی جگہ پر پہنچے تو باقی سب بھی اکٹھے ہو گئے تھے۔ شام کے سات بجنے والے تھے۔ اس کے ابو اور ثاقب چچا جانے کی جلدی کر رہے تھے۔ اُن سب نے بھی مزید تاخیر نہ کرتے جلدی سے پارکنگ کا رُخ کیا۔

واپسی پر دارین نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور باہر دیکھنے لگا۔ اسے خود خبر نہیں تھی کہ اس کے لاشعور میں کسی کا انتظار ہے۔ وہ اگرچہ سرسری باہر دوسری کار کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن اس نے جب کسرا کو دوسری کار میں بیٹھتے دیکھا تو اس کا واضح دل بجھا تھا۔ پیچھے کچھ وقت سے وہ اس کے ساتھ ساتھ تھا اور لگاتار اسی کو سن رہا تھا تبھی شاید اس کے دوسری کار میں بیٹھنے پر اس کی کمی محسوس کی۔ اور جو باتیں اس نے کچھ دیر پہلے کہی تھیں وہ بھی دارین کے دماغ میں بہت تازہ تھیں۔

یہ تعریف بھی کم بخت بری شے ہے۔ وہ مسلسل ان ہی باتوں کو سوچ کر خوش ہو رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ اگر کسرا نہ بتاتی تو اسے کبھی پتا نہ چلتا کہ خاندان میں اس کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے۔ واقعی۔؟ وہ سوچ کر ہنس دیا۔ اور اگلا خیال اس سے بھی زیادہ ہنسانے بلکہ دارین کو شرمانے والا تھا کہ اگر یہ لڑکی اس کی لائف پارٹنر بن جائے تو اسے ہر بات سے کتنی باخبر رکھے گی۔

''توبہ ہے۔'' وہ با آواز بلند بولا تو سب ہی نے سر اس کی طرف گھمایا۔

''کیا ہوا؟ تین چار آوازیں ایک ساتھ بلند ہوئیں تو دارین چونکا۔ اس کے ابو، انیل، ارسل، عمیس سب کار میں بیٹھ چکے تھے۔

''کک۔ کچھ نہیں۔ اس نے جلدی سے کار اسٹارٹ کی اور ثاقب چچا کی آگے جاتی کار کے پیچھے لگا دی۔ واپسی کا سفر بنا کہیں رُکے تیزی سے طے پایا اور وہ دو گھنٹے بعد ہوٹل واپس پہنچ گئے۔

تھکاوٹ اتنی تھی کہ رات کا کھانا دارین اور عمیس ہوٹل سے پیک کروا لائے۔ سبھی اپنے کمروں میں اب تھک ہار کر گرے پڑے تھے۔ سوائے ایک بے چین روح کے۔

عمیس اپنے کمرے سے نکلا تو چارجر لینے کے لیے تھا لیکن کوریڈور کے سامنے والے کمرے میں کھڑی منسا کو دیکھ کر چونکا۔ وہ دروازے کے بیچوں بیچ اپنا بیگ لیے کھڑی تھی۔

''تم۔ کہاں جا رہی ہو؟'' اس نے حیرت سے اس کے بیگ کو دیکھا۔

''مجھے کمرا چینج کرنا ہے۔ اس کی رونی صورت پہ بارہ بجے تھے۔

''کیوں۔ اس کمرے کو کیا ہوا؟'' اس نے سائیڈ سے اندر جھانکنے کی کوشش کی۔

''سو چکی ہیں وہ۔'' اس نے جھانکنے کی کوشش پر عمیس کو مطلع کیا۔

''ارے بھئی، تمہارا مسئلہ کیا ہے؟''

''یہ بھوتوں والی کھڑکی۔'' اس نے انگلی سے سامنے اشارہ کیا اور آنکھوں سے پانی بھی ٹپ ٹپ گرنے لگا۔

''پاگل لڑکی۔ کوئی بھوت وغیرہ نہیں ہیں۔'' وہ سمجھانے کے لیے دو قدم آگے آیا۔ آواز بھی کم رکھی ہوئی تھی۔ آس پاس کمرے تھے۔

''آپ نے بھی تعویز نہیں دیا۔ کوئی میری بات کو سیریس نہیں لے رہا۔'' وہ بیگ رکھ کر ہاتھوں میں چہرا دیئے رونے لگ گئی۔ عمیس نے گھبرا کر پیچھے دیکھا۔ ہر کوئی کمروں میں تھا۔ کوریڈور میں وہ دونوں بالکل اکیلے کھڑے تھے۔ یہ ہوٹل کی اوپری منزل تھی۔ برآمدے کے دائیں ہاتھ چھت کا کھلا صحن تھا۔ آگے جنگلہ اور اس کے نیچے ہوٹل کی پارکنگ۔

''اِدھر آؤ میری بات سنو۔'' وہ اسے اشارے سے بلا کر صحن میں آیا۔ اور جنگلے تک چلتا چلا گیا۔ جیب سے موبائل نکال کر کچھ اوپن کیا اور ڈری سہمی منسا کو آرام سے جنگلے کے قریب آنے دیا۔

''یہ دیکھو۔ کون ہے۔ اس نے ارسل اور ابیل کی شالوں والی تصویریں نکالیں تو وہ ہدک کر پیچھے ہوئی۔''

''یہ تو وہی بھوت ہیں۔''

''نہیں فولش۔ اب آگے دیکھو۔'' اس نے سکرول کر کے اسے وہ تصویریں دکھانا شروع کیں جن میں کسرا ان کو گیٹ اپ دے رہی تھی۔ کچھ تصاویر میں شالیں اوڑھے ارسل اور ابیل واضح طور پر ہنستے دکھائی دے رہے تھے اور کسرا بھی ان کے ساتھ کھڑی تھی۔

''یہ سب مل کر تمہیں بے وقوف بنا رہے تھے۔''

''آ۔آپ بھی۔ ساتھ شامل تھے۔'' اس نے کانپتی آواز میں بے یقینی سے سوال کیا جس پر عمیس کچھ دیر کے لیے لاجواب ہوا۔

''نہیں۔ پلیز۔ ایسا مت سوچو۔ یہ سب ایلیا کا کام ہے۔ اور میرے موبائل پر ابیل نے سیو کی ہیں۔''

''اور وہ تعویز؟''

''اچھا تم رونا بند کرو۔ سوری۔ یہ سب مذاق تھا۔ اور اب تم کمرے میں جا کر آرام کرو۔ بلکہ آؤ۔ تمہارے کمرے کی کھڑکی چیک کرتا ہوں تاکہ تمہاری تسلی ہو جائے۔ وہ اس کے آگے چلتے کمرے کے دروازے میں آیا۔ اس کا بیگ اٹھا کر واپس کمرے میں رکھا۔ کھڑکی کی چٹخنیاں چڑھا کر بھاری پردے اچھی طرح برابر کیے۔ اور ہلکا سا جھک کر ایک ہاتھ سینے پہ رکھ کر دوسرے کو اس کے بیڈ کی طرف پھیلاتے جانے کا اشارہ کیا تو منسا کو ہنسی آ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھیں صاف کیں اور اوکے کے انداز میں سر ہلا دیا۔ کمرے کی ہلکی نیلی روشنی میں اس وقت وہ دودھیا سفید لگ رہی تھی۔ عمیس نظریں چرا کر باہر نکل آیا۔

☆☆☆

''واہ۔ کیا زبردست ٹوئر تھا دادی۔۔ کیا کہنے۔ کاش آپ بھی ہمارے ساتھ آئی ہوتیں۔'' ابیل چہکتے ہوئے بتا رہا تھا۔

''تم لوگ خوش ہوئے۔ میرے لیے یہی بہت ہے۔'' وہ سب کے ہنستے مسکراتے چہروں کو دیکھ رہی تھیں۔

''شکر ہے دادی! آپ ابھی یہیں ہیں۔'' ایلیا ان کے پلنگ پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئی۔

''کل ہی آصفہ کی کال آئی۔ اس کی امی آئی ہوئی ہے نا۔ کہہ رہی تھی کہ آپ بھی آ جاتیں۔ امی آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ میں نے کہا بچے آ جائیں پھر چکر لگاؤں گی۔''

''بہت اچھا کیا۔'' وہ آگے بڑھ کر ان کے گلے سے لگ گئی۔ ابیل تو پورے بھر کا پیار جتا کر بھاگ بھی گیا تھا۔ وہ البتہ موقع غنیمت نکال کر دادی کے پاس آ بیٹھی تھی۔ دادا ابا اس کے ابو کے ساتھ باہر لان میں بیٹھے تھے۔

''بڑی خوش لگ رہی ہو۔'' وہ اس کا چہرا انگلیوں سے اونچا کیے اسے بغور دیکھ رہی تھیں۔

''جی دادی۔ کیونکہ آپ نے جو خواہش کی، مجھے لگتا ہے وہ پوری ہونے والی ہے۔''

''واقعی؟'' وہ حیرت اور بے یقینی سے ایلیا کو دیکھ رہی تھیں۔ ''بس یہی تین چار دنوں کے ٹرپ میں۔ ایسا کیسے ہوا؟''

''سچ بتا رہی ہوں دادی!'' وہ آہستہ آواز میں بتاتے ان کے مزید قریب ہوئی۔ ''اور وہ جو آپ کنفیوژ ہو رہی تھیں کہ کون کس کے ساتھ میچ کرے گا۔ وہ تو بالکل کلیئر ہو گیا۔''

''بتا بھی دو۔ میرے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں۔'' امیرن دادی تو ایلیا سے بھی زیادہ پرجوش تھیں۔

''ہمارے گھر تو منسا ہی آئے گی دادی۔'' عمیس کو وہ اچھی لگی ہے۔ اور دارین کے لیے کسرا! وہ کہتے کہتے رُک گئی، پھر سر کو نفی میں ہلایا۔

''اس کا میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

''اچھا۔ اللہ پاک خیر فرمائے گا۔ کوئی بات نہیں۔ اور دیکھو اگر کوئی ایک بھی ذہن بنا لے تو یہی کیا کم ہے۔ ابھی ہم نے اک ہفتہ پہلے ہی تو بات کی ہے۔ پھر بسم اللہ تو تمہاری شادی سے ہی کریں گے۔ تم ہمارے گھر کی پہلی اولاد ہو۔ اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔ میرا تو جب بھی دل چاہتا ہے کہ تم لوگوں کے ماں باپ سے بچوں کے رشتے کی بات کروں۔ بس پتا نہیں کیوں تمہارا خیال آتا ہے اور چپ کر جاتی ہوں۔ سوچتی ہوں پہلے خیر سے تمہاری نہیں بات طے ہو جاتی۔

وہ اپنی لے میں دل کا حال کھولے بیٹھی تھیں۔ امیرن دادی ایسی ہی تھیں۔ اُن کا دماغ جب کسی ایک سمت کو چل پڑتا تھا تو وہ اسی کو سوچے چلی جاتیں۔ ایلیا نے کچھ دیر ان کو آرام سے سنا پھر آگے بڑھ کر اُن کے گلے لگ گئی۔

''آپ کی یہ دعا بھی سمجھیں پوری ہو گئی۔ اس نے نہایت آہستگی سے شرما کر کہا تو امیرن کو اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آیا۔ اسے شانوں سے پکڑ کر تھوڑا فاصلے پر کیا اور سنجیدگی سے دیکھے گئیں۔

''کیا یہیں۔ اسی سفر کے دوران؟''

''جی۔'' ایلیا نے شرمایا شرمایا سا اقرار کیا۔

''کون۔ کیا دارین؟'' وہ کچھ پریشان ہوئی تھیں اندازہ لگا کر۔ کیونکہ پھر وہی عمر کا فرق۔۔ لیکن ایلیا نے سر نفی میں ہلایا جس پر وہ مزید حیران ہو گئیں۔

''تو پھر..... کوئی انجان۔ مسافر۔۔؟ چہرا تشویش سے پُر تھا۔''

''ارے نہیں دادی! آپ چُپ کر کے سنیں نا۔''

''اوکے۔ بتاؤ بھی۔''

''ہم یہاں سے مظفر آباد گئے تو راستے میں مری کا اچھا موسم دیکھ کر کچھ زیادہ دیر ہی وہاں رک گئے۔ نوشین چچی نے اپنی بہن سے ملنے کے لیے مظفر آباد رکنا تھا لیکن دیر ہو جانے کی وجہ سے ہم بنا کہیں رکے وادی نیلم میں داخل ہو گئے۔ وہاں ہم نے کیرن میں ہوٹل لیا۔ رات کو وہاں آرام کیا۔ اگلے دن ناشتے کے بعد ہم آگے کی جگہیں دیکھنے نکل گئے۔ وہ سارا دن ہم نے خوب انجوائے کیا۔ موسم بھی بہت اچھا تھا۔ بارش بھی ہوئی۔ شام کو ہم اپنے ہوٹل واپس آئے۔ اور اگلے دن ناشتے کے بعد کچھ گھنٹے وہیں کیرن میں سیر کی اور پھر سب کی پرزور فرمائش پر ہم مری کے لیے نکل آئے۔

لیکن واپسی کے سفر میں جب مظفر آباد پہنچے تو نوشین چچی نے اپنی بہن سے ملنا تھا۔ ہم نے چچی سے کہا کہ آپ اپنی فیملی کے ساتھ ہو آئیں اپنی سسٹر کے گھر اور ہم لوگ مظفر آباد میں گھومتے ہیں۔ نوشین چچی پہلے تو نہیں مان رہی تھیں لیکن جعفر انکل نے بھی اسی بات پر زور دیا کہ ثاقب اپنی فیملی کو ملوا لائے اور ہم سب نے گارڈن جانے کا پروگرام بنایا۔

چچی بھی رضامند ہو گئیں اور ثاقب چچا، نوشین چچی، کسرا اور منسا اپنی خالہ کے گھر چلے گئے۔ باقی ہم سب گارڈن چلے گئے۔ کسرا اور منسا

نے حالانکہ میری بہت منتیں کیں لیکن مجھے بلاوجہ جھجک ہورہی تھی۔

بہرحال ہم جب پارک پہنچے تو ابیل، ارسل، عمیس وارین سب ہی رائڈز لینے بھاگ گئے۔ میرا تو آپ کو پتا ہے مجھے تو چھوٹے موٹے جھولوں سے بھی ہول اُٹھتے ہیں۔ میں اور جعفر چچا کار کے باہر ایک بنچ پر ان کا انتظار کرنے بیٹھ گئے کہ اسی وقت چچا کو کسی کی کال آئی۔ چچا نے مجھے بتایا کہ بچوں کو جھولوں سے واپس بلانا پڑے گا کیونکہ نوشین چچی کی بہن زوبیہ آنٹی ہم سب کو کھانے پر بلا رہی ہیں۔

خیر تو جعفر چچا کال بند کرکے مجھے کار کے پاس بٹھا کر بچوں کو بلانے اندر رائڈز کے ایریا میں چلے گئے۔ تبھی وہاں ایک لڑکا آیا۔ وہ کار سے نکل کر ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کی حرکتیں مشکوک سی لگ رہی تھیں۔ کیونکہ اب وہ بے چینی سے اس جگہ چکر لگا رہا تھا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ مجھے اکیلی دیکھ کر آس پاس منڈلا رہا ہے۔ وہ کسی کسی وقت سرسری مجھے دیکھ لیتا پھر دائیں بائیں ہوجاتا۔ لیکن ایک مرتبہ تو عین میرے سر پر پہنچ گیا، میں بھی بجائے ڈرنے کے غصے سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپ کو اتنے بڑے گارڈن میں اور کوئی جگہ نہیں ملی۔'' ایلیا نے لہجے میں رعب پیدا کیا۔

''ایکسکیوزمی۔'' وہ تنبیہاً کچھ بولنے لگا۔

''شکل سے تو پڑھے لکھے اور معقول لگتے ہیں۔ لیکن سچ کہتے ہیں شکلوں پر نہیں جانا چاہیے۔ ایلیا اس مرتبہ کچھ زیادہ اعتماد سے بولی۔ دل میں سوچا اگر لڑکا بدمعاش ٹائپ نکلا تو جھٹ سے اپنی کار میں جا بیٹھے گی۔

''آدھی تعریف کا شکریہ۔ لیکن میں اتنے بڑے گارڈن میں اور کہیں بھی نہیں جاؤں گا۔''

''ارے واہ۔ غنڈہ گردی ہے۔ ایلیا بھر گئی۔ ''مجھے اکیلا سمجھنے کی بھول کررہے ہیں آپ۔ لیکن میں بتا دوں میرے ساتھ میرے بھائی، کزنز اور چچا بھی ہیں۔ اور وہ۔ آتے ہی ہونگے۔ ایلیا نے دور تک نظر دوڑائی، کہ کاش کہیں سے وہ سب آتے دکھائی دیں۔''

''ایک۔ منٹ۔۔ لڑکے نے کچھ سوچا۔ پھر کار کا نمبر دیکھا، کار جہلم کی ہی تھی۔''

''آ۔ آپ۔ کون ہیں؟''

''جی۔ کیا مطلب؟'' ایلیا اس بے تکے سوال پر چیخی۔

میرا مطلب ہے۔ شاید ہم مس انڈراسٹینڈ کررہے ہیں۔ شاید آپ ہی ہماری مہمان ہیں۔ وہ اپنی بات سمجھاتے اٹک رہا تھا۔

''میرا مطلب ہے، آپ جعفر انکل کی بیٹی ہیں شاید۔ اور نوشین خالہ کی رشتہ دار۔''

''او۔'' ایلیا نے زبان دانتوں میں دبائی۔

''جی، سوری۔ وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہ پارہی تھی۔

'' جعفر انکل اور باقی سب کہاں ہیں۔ لوکیشن تو اِسی جگہ کی آرہی ہے؟'' لڑکے نے اسے شرمندگی سے بچانے کے لیے بات تبدیل کی۔

''وہ جعفر انکل باقی سب کو بلانے گئے ہیں پر ان کا موبائل میرے پاس ہے۔'' اس نے کھسیا کر موبائل ہاتھ میں لہرایا۔

''تو آپ کون ہیں؟'' وہ اب بھنویں سکوڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ ایلیا ایک مرتبہ پھر خفا ہونے لگی۔

''کیا مطلب؟''

'' آپ نے بھی جعفر انکل کہا نا۔ تو وہ آپ کے ابو نہیں ہیں؟''

''ارے نہیں بھئی۔ ایلیا چڑ گئی۔'' وہ میرے چچا ہیں۔''

'' ثاقب انکل اور جعفر انکل کا کوئی اور بھائی بھی ہے۔ وہ منہ پہ انگلی رکھے بتا نہیں کس سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ایلیا اسے گھور کر دیکھنے لگی کہ نجانے

کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"سنیں۔آ۔آپ۔کہیں وہ تو نہیں؟ وہ اچانک ہی مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔آنکھوں میں عجیب سی چمک آگئی تھی۔ایلیا ڈر کر پیچھے ہوئی۔یہ تو کوئی عجیب کھسکا ہوا لڑکا تھا۔"

"آپ کو ارم باجی کی شادی یاد ہے۔آج سے نو سال پہلے اسلام آباد میں شادی ہوئی تھی۔ اور۔ایک بچے کو دو آدمی اغوا کر کے لے جا رہے تھے۔وہ۔آپ ہی تھیں نا۔"

"او۔۔تو وہ۔آپ تھے۔" ایلیا بھی منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔اس کے بچپن کی یاد وہ ہیرو ٹائپ لڑکا۔بعد میں جسے وہ ہیری پوٹر کہہ کر یاد کیا کرتی تھی۔

"ارے!" وہ ہنسے جا رہا تھا "یار۔میں نے آپ کو کتنا تلاش کیا۔لیکن میرے پاس کوئی ایک بھی کلیو نہیں تھا۔ہم دونوں نے کتنا وقت ایک ساتھ گزارا لیکن نہ ایک دوسرے کا نام پوچھا نہ کوئی پتا نشانی۔"

"وہ سچوئشن تھی کچھ پوچھنے کی۔ایلیا بھی اب مسکرا رہی تھی۔دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو محسوسات بہت الگ سی سے تھے اور ایلیا دوسری طرف دیکھنے لگی۔البتہ چہرے پر اب مسکراہٹ تھی۔"

"میں بہت حیران ہوں۔اور بہت خوش بھی۔آج نو سال بعد آپ ملی ہیں۔اصل میں غلطی میری ہے۔میں نے آپ کو شادی میں شریک یونہی کوئی انجان لڑکی سمجھ لیا۔میں اگر اپنی امی سے تھوڑی معلومات لیتا تو آپ کے متعلق جان سکتا تھا۔اور اتفاق کی بات کہ اس ایونٹ کے بعد کبھی ملنا بھی نہیں ہوا۔"

"میں بھی نہیں جانتی تھی کہ آپ زوبیہ آنٹی کے بیٹے ہیں۔"

"کبھی جاننے کی کوشش بھی نہیں کی؟" وہ اب بونٹ سے ٹیک لگائے دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔

"شروع شروع میں آپ کو پتا ہے اثر بہت تھا اس واقعے کا۔پھر ظاہر ہے،وقت کے ساتھ آگے بڑھنا پڑتا ہے۔لیکن یہ واقعہ بچپن کے کئی دلچسپ اور عجیب واقعات کی طرح ذہن پر نقش ضرور ہو گیا تھا۔اور واقعے کا یہ ایک پہلو کہ معلوم نہیں وہ بندہ کون تھا جس کے ساتھ مل کر سروائیول کا اتنا وقت ایک ساتھ گزارا،اور معلوم نہیں اب وہ کہاں ہوگا۔کیا اس کو بھی یہ بات یاد ہوگی۔ایلیا اب صاف گوئی سے بنا کسی معنی خیزی میں پڑے گزری بات کا تجزیہ کر رہی تھی اور وہ بس تعجب سے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن ابھی آپ نے کیسے پہچانا؟" ایلیا چونکی۔"

"شکل تو مجھے دیکھتے ہی جانی پہچانی لگ رہی تھی۔لیکن ابھی جب غصے میں آپ نے ایک جملہ بولا تو لہجہ اور بات سنتے ہی فوراً یاد آ گیا کہ آپ وہی تو ہیں۔اس وقت شاید بارہ تیرہ سال عمر تھی لیکن شکل میں تھوڑی بہت ہی تبدیلی آتی ہے۔وہ دونوں اب بہت نارمل اور دوستانہ انداز میں بات کر رہے تھے۔تب ہی دور سے جعفر انکل اور باقی سب آتے دکھائی دیے۔وہ ان سب کو دیکھ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا لیکن چونک کر پلٹا۔

"اے۔آپ کا نام؟" اسے خیال آیا کہ تعارف تو اب بھی کہاں ہوا تھا۔لیکن جواباً ایلیا ہلکا سا مسکرا دی۔

"معلوم ہو جائے گا۔اس نے کہا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گیا۔ارم،زوبیہ اور نوشین کی بھتیجی تھی،وہ بیاہ کر مظفر آباد سے جہلم آئی تو ولیمہ جہلم میں تھا۔وہ سب ولیمے میں شریک تھے۔ ایلیا کی توجہ دعوت کے کھانوں کے بجائے میرج ہال کے باہر والے سپر اسٹور پر ٹکی تھی۔امی نے ہال سے نکلنے سے منع کیا تھا۔لیکن ایلیا نے انیل کی جیب میں سرخ نوٹ دیکھے تو اس کی رال ٹپکنے

لگی۔ اس نے ابیل کو گود میں اٹھایا اور امی کی نظر بچا کر ہال سے باہر نکل آئی، پانچ سال کے ابیل کو اٹھاتے وہ تھک گئی تو سڑک پار کر کے اسے نیچے اتارا اور انگلی تھامے اسٹور کی طرف بڑھنے لگی۔ رات کا وقت تھا اور آس پاس ماحول میں مکمل خاموشی تھی۔ تبھی اس کے پیچھے سے اچانک ایک آدمی نکل کر سامنے آیا اور ذرا سا جھکا۔

''کہاں جا رہی ہو بیٹا؟'' اگرچہ اس نے نہایت شفقت سے پوچھا تھا لیکن ایلیا کو پہلی مرتبہ گھبراہٹ سی ہوئی۔

''شاید چیز لینے جا رہے ہو، اِدھر سے۔ ہے نا۔'' اس نے انگلی سے اسٹور کی طرف اشارہ کیا تو ایلیا نے سر ہاں میں ہلایا۔

''اوہو۔ اصل میں یہ اسٹور تو بند ہو رہا ہے۔ وہ سامنے چوک پر دوسرا بہت اچھا اسٹور ہے۔ آؤ میں چیز دِلا دوں۔ اس نے زبردستی ابیل کو اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا جس پر ایلیا ''نہیں'' کہہ کر چیخی اور اسٹور سے نکلتے کسیب نے رک کر اس طرف دیکھا۔ اتنے میں وہ آدمی ابیل کو لیے تیزی سے چوک کی طرف بڑھ گیا۔ وہ پیدل تھا اور سامنے چوک کے ایک کونے پر کھڑا دوسرا آدمی اسے ہاتھ سے اشارہ کر رہا تھا کہ وہ جلدی پہنچے۔ شاید ان دونوں کی بائیک یا کار وغیرہ وہاں تھی۔

''کیا ہوا۔'' چودہ سالہ کسیب ایلیا کے سر پر پہنچا۔

''وہ آدمی زبردستی میرے بھائی کو لے جا رہا ہے۔'' ایلیا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''کڈنیپنگ؟ کسیب کی آنکھیں پھیل گئیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پریشان ہو کر دیکھا اور کسیب نے بنا لمحہ بھی ضائع کیے واپس اسٹور کی طرف دوڑ لگا دی۔ ایلیا کے تو پاؤں ایک جگہ جم چکے تھے۔

کسیب نے معلوم نہیں اندر جا کر کیا کہا کہ تین بھاری بھرکم آدمی باہر نکل کر چوک کی طرف دوڑ گئے۔ کسیب ایلیا کے پاس آیا اور اس کا بازو تھام کر خود بھی اسی جانب بھاگا اور اب ایلیا کو بھی ہوش آیا اور وہ بھی ابیل کو بچانے کی تگ و دو میں تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ جلد ہی آگے بھاگتے آدمی اس اغوا کار تک پہنچ کر اسے دبوچ چکے تھے۔ اُن کی کوشش ان دونوں آدمیوں کو پولیس تک پہنچانے کی تھی۔ کسیب نے اس آدمی کے ہاتھوں سے ابیل کو لیا۔ وہ پانچ آدمی اب آپس میں گتھم گتھا تھے۔

''چلو بھاگو۔'' کسیب نے ایلیا کے کان میں سرگوشی کی تو ایلیا کو ہوش آیا۔ وہ دونوں شادی ہال سے کافی دور آ چکے تھے۔ اور رات کی تاریکی میں یہ فاصلہ جیسے میلوں کی مسافت لگنے لگا تھا۔ انہوں نے جلدی سے واپسی کے لیے دوڑ لگائی۔ ان آدمیوں کے پاس رکنے کا اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ ابیل کو لیے ہال کی طرف بھاگے تو قدم جیسے من من بھر کے ہو رہے تھے۔ دونوں بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتے، ہال اب زیادہ دور نہیں تھا پر وہ پانچ آدمی لڑتے جھگڑتے پھر اِسی روڈ پر آ گئے تھے۔ کسیب نے دیکھا اغوا کار سب سے آگے تھا۔ کسیب اسے لیے ڈر کر ایک بڑے ڈسٹ بن کے پیچھے چھپ گیا۔ دونوں کانپتی ٹانگوں کے ساتھ کتنی ہی دیر وہیں دبک کر بیٹھے رہے۔ کسیب کو اپنی حرکت پر پچھتاوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بجائے چھپنے کے انہیں ہال کی طرف ہی دوڑتے رہنا چاہیے تھا۔ لیکن قدرت نے ساتھ دیا اور اور وہ آدمی آگے نکل گیا۔ باقی چار بھی اس کے پیچھے تھے۔ اور جب وہ دور چلے گئے تو وہ دونوں بھی ہال کے اندر پہنچ گئے۔ یہاں آئے تو فنکشن ختم ہو چکا تھا اور ہر کوئی جانے کی تیاریوں میں تھا۔ ایلیا ابیل کو لیے جلدی سے اپنے چہروں کو دیکھتے ان میں گھل مل گئی اور کسیب اپنی امی کو ڈھونڈتے کہیں اور نکل گیا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے متعلق بنا کچھ بھی جانے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔''

☆☆☆

''دونوں گاڑیاں کچھ ہی دیر میں زوبیہ کے گھر پہنچ گئیں۔ نوشین چچی سے معلوم ہوا کہ وہ سن کر بہت خفا ہوئیں کہ آدھے مہمان مظفر آباد میں ہی کہیں گھومنے چلے گئے ہیں۔ تب ہی انہوں نے نہ صرف کھانے کا بندوبست بھی کیا بلکہ اپنے بیٹے کو ان سب کو بلانے بھی بھیج دیا۔

کھانے کے دوران زوبیہ آنٹی نے اُس لڑکے کو کسیب کہہ کر بلایا تو بریانی کا چمچ منہ تک لے جاتے ایلیا کا ہاتھ وہیں رکا۔ اور ڈائیننگ ٹیبل پر اس کے مقابل بیٹھا کسیب اس بے ساختہ حرکت پر ہنسی روکتے اپنی پلیٹ پر جھک گیا۔ اور اب اسے یہ تجسس تھا کہ اس لڑکی کا نام کیا ہے۔ اور یہ معمہ بھی ذرا سی دیر میں حل ہو گیا کیونکہ نوشین خالہ نے چکن قورمہ اس کے سامنے رکھتے کہا۔

''ایلیا، تم تو کچھ کھا ہی نہیں رہیں۔'' اور اس بار ایلیا نے اپنا نام لیے جانے پر بے ساختہ کسیب کو دیکھا تھا۔ لیکن اس کی مسکراتی نظریں پہلے ہی اس پر جمی تھیں۔ دونوں ہی ہنس دیے۔

مظفر آباد سے مری کا سفر چونکہ دو ہی گھنٹے کا تھا اور انہوں نے رات بھی مری میں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا اس لیے کسی نے جلدی کا شور نہیں مچایا۔ زوبیہ آنٹی نے کہا کہ مری میں آپ نے رات کو رکنا ہے تو آرام سے پانچ بجے چائے پی کر نکلیں۔ کھانا انہوں نے دو بجے کھایا تھا۔ اس حساب سے ابھی ان کے پاس ڈھائی گھنٹے تھے۔ جعفر اور ثاقب بیٹھک میں آرام کرنے گئے تو اسد خالو بھی ان کو کمپنی دینے وہیں چلے گئے۔

عمیس اور دارین کو کسیب اپنے روم میں لے گیا۔ کسیب کا چھوٹا بھائی آیان ابیل اور ارسل کا تقریباً ہم عمر تھا۔ وہ تینوں باہر گراؤنڈ میں کرکٹ کھیلنے چلے گئے۔ منسا اور کسرا کی خالہ کے ہاں تو کوئی خاص کمپنی نہ تھی کیونکہ خالہ کے دو بیٹے تھے۔ نوشین اور زوبیہ بھی کمرے میں آرام کرنے چلی گئیں۔ وہ منسا اور کسرا کے ساتھ زوبیہ آنٹی کا گھر دیکھ رہی تھی اور ان کا گھر بھی کچھ الگ ہی ڈیزائن کا تھا۔ نیچے کا پورشن کمروں اور کوریڈور پر مشتمل تھا پر اوپر ایک بڑا سا ہال تھا جس میں فرشی نشست تھی اور ہال کی دیواروں میں بڑی بڑی شیشے کی کھڑکیاں تھیں۔ لمبے پردے اور بہت نفیس خوبصورت ڈیکور۔ اور اس ہال کے باہر چھت پر ہی گملوں اور کیاریوں میں بہت خوبصورت لان ترتیب دیا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت بالکنی ہال کمرے کے دوسرے دروازے سے پچھلے لان کی طرف کھل رہی تھی۔''

''یار، میں ہر بار سوچتی ہوں کہ اس بالکنی سے کوئی میری ویڈیو بنائے اور میں نیچے لان میں بھاگتی پھروں۔ کسرا کو اچانک ہی کچھ خیال آیا اور وہ اپنا موبائل منسا کے ہاتھ میں تھما کر نیچے بھاگ گئی۔ کچھ ہی دیر میں وہ نیچے لان سے ہاتھ ہلا رہی تھی۔

منسا اس کی ویڈیو بنانے لگی اور ایلیا ان کی حرکتوں پر ہنستی ہال کمرے سے ہوتی چھت کی دوسری سائیڈ پر آ گئی۔ لیکن سامنے کسیب کو دیکھ کر اس کی ہنسی کو ایکدم بریک لگی اور کسیب نے جب اسے اکیلے دیکھا تو شرارت سے مسکرا دیا۔

''امی چائے کے لیے بلا رہی ہیں۔'' وہ اسے مسکرا کر بتا رہا تھا۔ ایلیا البتہ نروس ہو گئی۔ ہلکا سا سر ہلا کر واپس پلٹنے لگی۔

''رکیں۔ منسا کو بلانے میں جاتا ہوں۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے نزدیک سے گزرنے لگا تو ذرا دیر کو رُکا۔ ''ہماری اگلی بات چیت میں نو سال کا عرصہ نہیں آنا چاہیے۔ اس پر کچھ سوچیں۔'' وہ آہستہ سے کہہ کر ہال میں داخل ہونے لگا لیکن ایلیا کی آواز نے اس کے قدم روکے۔

''نو سال کا طویل عرصہ تو میں بھی نہیں چاہتی۔ لیکن اس کے لیے میں نہیں۔ آپ کچھ سوچیں۔'' وہ کہہ کر رکی نہیں۔ اور سیڑھیوں کی

طرف بڑھ گئی۔ اترنے سے پہلے مڑ کر دیکھا تو ہونٹوں پر ہنسی تھی اور کسیب نے بھی اس کی بات سمجھ کر مسکراتے ہوئے سر ہلایا تھا۔"

☆☆☆

"زوبیہ نے جب کسیب کے لیے ایلیا کا رشتہ مانگا، امیرن دادی ایلیا کے گھر ہی تھیں۔ کسیب نے انجینئرنگ کی ڈگری لی تھی۔ زوبیہ کی شادی بھی ایک خوشحال گھر میں ہوئی تھی۔ اسد واپڈا میں ایک اچھی پوسٹ پر ملازم تھے۔

کسیب کا رشتہ ایلیا کی رضامندی جان کر چند دن کے اندر ہی قبول کرلیا گیا۔ اندر کی ایک چھوٹی سی بات بس دادی کو معلوم تھی۔ وہ ایلیا کی طرف سے سکون اور خوشی محسوس کرتے نوشین کے گھر آئیں تو اسے خاموش اور اداس دیکھ کر لمحوں میں اس کی اداسی کی وجہ سمجھ گئیں۔ جس خبر کو سن کر وہ خوشی سے اللہ کے حضور بے اختیار سجدہ ریز ہوئی تھیں نوشین پر اس کا اثر بالکل برخلاف دکھائی دیا۔ وہ ایک جہاندیدہ، سمجھ دار خاتون تھیں، ان کے لیے سمجھنا مشکل نہ تھا۔

نوشین جوان بیٹیوں کی ماں تھی۔ ظاہر ہے کہ دارین اور عمیس کے ساتھ ساتھ بہن کے بیٹے کسیب کے لیے بھی یقیناً اس کے دل میں یہی خیال رہا ہوگا۔ پر اب تو شاید وہ اس دن کو کوس رہی تھی جب وہ ایلیا کو بہن کے ہاں لے گئی۔ لیکن امیرن ہرگز یہ نہ چاہتی تھیں کہ نوشین ایسے کسی دن کو کوسے، اس لیے حشمت علی صاحب سے مشورہ کیا۔ دارین اور عمیس بھی اپنی تعلیم مکمل کر چکے تھے۔ دارین کی ایک پرائیویٹ کمپنی میں جاب لگ گئی تھی اور عمیس نے بھی آن لائن کام شروع کیا تھا۔۔ حشمت علی اور امیرن نے جعفر اور محسن کو بلا کر کہا کہ اپنے گھر کی بچیاں اور بچے ہیں۔ وقت پر اچھے فیصلے کردیں تاکہ ہم دو بوڑھے بھی پوتے پوتیوں کی خوشیاں دیکھ لیں۔

ایلیا اور کسیب کی شادی کا معاملہ بھی ڈسکس ہوا۔ کیونکہ کسیب کے والدین شادی کی تاریخ مانگ رہے تھے۔ حشمت علی نے بیٹوں سے کہا کہ وہ دارین اور عمیس کی مرضی معلوم کریں پھر جیسی ان کی خوشی۔

امیرن اس وقت بھی دعا گو تھیں کہ کاش عمیس اور دارین نوشین کی بیٹیوں کے لیے رضامندی ظاہر کردیں۔

ایلیا کی منگنی نے ان کی بہو نوشین کو ڈپریشن میں مبتلا کردیا تھا اور یہ بات انہیں چین نہ لینے دے رہی تھی۔ اب بھی دل اندر سے سہما ہوا تھا کہ نجانے عمیس اور دارین کا کیا فیصلہ ہو۔

پر دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں۔ یہ امیرن کی دل سے مانگی دعائیں تھیں کہ قدرت بھی اُن دنوں مہربان تھی۔ ایلیا نے ہی اپنی امی کو منسا کے لیے قائل کیا اور عمیس تو دارین کے ساتھ وعدہ کرلینے کے بعد ہی نہایت سنجیدگی سے اپنی زندگی کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ منسا اس کو اچھی لگی تھی اور اپنی غیر محتاط طبیعت کے باعث جو غلطیاں اور ان کے نتیجے میں بلاوجہ کی چوٹیں کھا چکا تھا اُس کے بعد وہ کسی نئے رسک کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے بنا سوچنے کا زیادہ وقت لیے منسا کے لیے ہاں کردی۔ دارین کو معلوم ہوا تو وہ خوشی سے بھاگا چلا آیا۔

"اب فیصلہ کرلیا ہے تو پیچھے مت ہٹنا۔ یقین کرو تمہیں کبھی پچھتاوا نہیں ہوگا۔"

"میں تو اسی دن سنجیدہ ہوگیا تھا جب تم نے مجھے نصیحتیں کی تھیں۔ جانتے ہو وہ پرچی میں نے کیوں پھاڑی تھی۔ عمیس نے مسکرا کر اسے دریا کنارے کا دن یاد دلایا، دارین نے اس کو پرچی پھاڑتے دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ وہ شاید منسا سے فلرٹ کرنے کی سوچ رہا تھا اور اس کے منع کرنے پر غصے سے نقلی تعویز پھاڑ گیا تھا۔"

"میں نے اسی دن دل میں پختہ ارادہ کیا تھا کہ اب میں اپنے آپ کو کچھ وقت دوں گا اور خود

بھی سمجھنے کی کوشش کروں گا کہ منسا کے لیے جو ہلکی سی پسندیدگی میرے اندر پیدا ہوئی ہے، کیا وہ آگے چل کر کوئی اچھا رخ اختیار کر سکتی ہے، اور اب تو غالباً ٹرپ سے واپس آئے ہمیں ایک مہینہ ہونے والا ہے۔ میں نے منسا کے متعلق ہر دن کے ساتھ اپنے اندر زیادہ سنجیدگی محسوس کی ہے۔ خیر۔'' عمیس نے سر جھٹک کر دارین کی طرف توجہ کی۔

''مجھے تو پتا چلا تھا کہ دادا، دادی نے تمہارے ابو سے بھی بات کی تھی۔ دادا تو کہہ رہے تھے عمیس اور دارین کا ولیمہ ایک ساتھ ہوگا۔''

''ہم۔'' پتا تو مجھے بھی چلا۔'' دارین نے پہلو بچانے کی کوشش کی۔

''اب یہ کیا بات ہوئی۔'' عمیس نے ناراضی سے اسے دیکھا۔ ''میرے ساتھ یہ گھنی میسنی باتیں مت کرو۔ سچ بتاؤ کیا چل رہا ہے۔''

''یاااار۔۔ دارین ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ پچھلے ایک ماہ کے دوران وہ دن رات کے حساب سے کئی کیفیات کا شکار ہوا تھا۔

سب سے پہلے جب اسے ایلیا کے رشتے کا پتا چلا تو وہ بیک وقت دکھ اور حسد میں مبتلا ہوا تھا۔ پھر یہ سوچ کر غصہ بھی آیا کہ ایک دن کے لیے زوبیہ آنٹی کے گھر جانے پر کسیب کو ایلیا کب اور کیسے اتنی پسند آ گئی کہ اس نے فوراً رشتہ مانگ لیا اور ایلیا کی فیملی کا اتنے کم وقت میں رشتے کی ہامی بھر لینا۔

وہ سوچتا زندگی گزر گئی ایلیا کے سامنے رہتے، پر مجھ میں تو ایلیا کو کوئی خوبی دکھائی نہ دی تھی اور کسیب کا رشتہ اتنے جلدی۔ لیکن پھر وہ جلد ہی اس ان چاہی کیفیت سے بھی نکل آیا کیونکہ ایلیا کے رشتے کو ہفتہ بھر ہی گزرا تھا کہ دادی دادا نے اس کی شادی کی بات چھیڑ دی۔ اپنے بارے میں ایسی بات سن کر اس کے اندر پہلی بار نہایت خوش کن احساس پیدا ہوا تھا۔ شاید اہمیت دیا جانا یونہی خوش گوار لگا کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ میں مسکراتا رہتا۔ اور ان ہی دنوں میں ایک دن اتفاق سے ثاقب چچا کے پاس اسے کسی کام سے ان کے گھر جانا پڑا تو اتنے دنوں بعد کسرا کو سامنے دیکھ کر نیلم ویلی کے ٹور کی کئی یادیں ذہن میں تازہ ہو گئیں۔

پھر اس دن نوشین چچی کی آؤ بھگت بھی معمول سے کہیں ہٹ کر لگی۔ اسے اپنا آپ نہایت معتبر لگ رہا تھا۔ ثاقب چچا نے گاڑی تبدیل کرنی تھی اور وہ اس سے کوئی اچھا مشورہ چاہ رہے تھے۔

اسے یاد آیا دوران سفر وہ ثاقب چچا کے ساتھ گاڑیوں کے موضوع پر بے تکان بولا تھا۔ شاید وہ اس کی معلومات سے متاثر ہوئے تھے۔ وہ جب واپس آیا تو خود ہی اپنی امی سے کہا کہ اسے کسرا پسند ہے۔

اسے یاد آیا کہ نیلم ویلی میں وہ اسے نہایت دلچسپ اور سمجھ دار لگی تھی اور اس کے لاشعور سے ایک ہی آواز آئی تھی کہ کسرا اس کے لیے ایک بہت اچھی اور تعاون کرنے والی بیوی ثابت ہوگی۔ اس نے بھی سوچ بچار پہ زیادہ وقت نہ ضائع کرتے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

☆☆☆

''اِدھر میرے پاس ہی بیٹھی رہو۔'' میکسی پہن کر اتنی پیاری لگ رہی ہو، زیادہ ہال میں ناچتی پھرو گی تو نظر لگ جائے گی۔ امیرن نے ہاتھ دبا کر ایلیا کو اُٹھنے سے روکا۔

''کسیب بلا رہے ہیں دادی؟'' اس نے منہ بنا کر ابرو سے دور اشارہ کیا تو امیرن نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

''خوش رہو تم دونوں بھی اور یہ سب بھی۔ انہوں نے اسٹیج کی طرف اشارہ کیا۔ اللہ میرے گھرانے کو بری نظر سے بچائے۔ سب اللہ پاک کا کرم ہے۔''

''جی دادی۔ اور آپ کا بھی خصوصی شکریہ۔

کیونکہ آپ کی خواہش میں نیک نیتی شامل تھی۔
آپ اپنی اولاد کو ایک دوسرے سے مزید قریب لانے اور ان میں اتفاق اور محبت پیدا کرنے کے لیے دعا گو تھیں۔ تو اللہ پاک آپ کی دعا کیوں قبول نہ فرماتا۔'' ایلیا نے دادی کو گلے لگایا آج دارین اور عمیس کا ولیمہ تھا۔ اور ایلیا جس کی شادی پچھلے مہینے ہوئی تھی وہ دلہن بنی اس میں شریک تھی۔

''دادی سے مل لیا ہو تو وہ ایک وعدہ پورا کرلیں۔'' کسیب نے سائیڈ سے آکر آہستگی سے کہا تو وہ شرما کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''دادی، ہم بس کچھ دیر میں آئے۔'' وہ ان سے اجازت لے کر ہال سے باہر نکل آئی۔ یہ جہلم کا وہی شادی ہال تھا جس کے باہر آج سے کئی سال پہلے وہ واقعہ ہوا تھا۔ ان کے زیادہ تر فیملی فنکشن اسی شادی ہال میں ہوا کرتے تھے۔ دونوں نے دور تک اکیلی جاتی سڑک کو دیکھا اور آہستہ روی سے واک کرتے آگے بڑھنے لگے۔

''امیرن دادی کو بہت پریشانی تھی کہ ان کے بچے اگر آپس میں اپنی اولاد کی شادیاں نہیں کریں گے تو اُن میں اتفاق واتحاد ختم ہو جائے گا۔ آپ کو کیا لگتا ہے، کیا شادیاں بس اپنوں میں ہی کامیاب ہوتی ہیں؟''

''میں ایسا کیوں کہوں گا۔'' کسیب ہنس دیا ''بھئی ہم تو غیر ہیں ایک دوسرے کے لیے۔ بس یہ پرانے لوگوں کے خیالات ہیں۔''

''اصل میں ہماری فیملی بھی دن بہ دن ایک دوسرے سے دور ہوتی جا رہی تھی، اس لیے وہ پریشان رہتی تھیں۔''

''تو، یہ کریڈیٹ میری مسز کو جاتا ہے کہ اس نے دادی کی محبت میں خاندان کو یکجا کرنے کا سوچا۔'' وہ محبت سے ایلیا کو دیکھ رہا تھا۔

''سچ بتاؤں آپ کو۔ مجھے یہ کریڈٹ بالکل نہیں جاتا۔'' ایلیا ایکدم سنجیدہ تھی۔ ''پہلا کریڈٹ دادی کو جاتا ہے کہ انہوں نے مجھ سے اپنی پریشانی ڈسکس کی، ورنہ مجھے ایسا کوئی خیال ہی نہ آتا، لیکن ہاں دوسرا کریڈٹ نوشین چچی کی شوخیوں کو جاتا ہے۔ شکر ہے وہ ایسی تھیں۔ آپ کو پتا ہے میری امی اور آصفہ چچی اُن سے بہت چڑتی تھیں اور شروع سے ان کی کوشش تھی کہ اُن کی بچیوں سے اپنے بیٹوں کو دور ہی رکھا جائے۔ لیکن پتا نہیں دادی کی تشویش اور پھر ان کی دعا کا یہ کیسا اثر تھا کہ باوجود امی اور آصفہ چچی کے نہ چاہنے کے جھٹ پٹ یہ ٹوٹر ریڈی ہو گیا۔ اور اب سمجھ میں آتا ہے کہ یہ سب یونہی نہیں ہوا تھا۔ اور قدرت جب کچھ کرنا چاہتی ہے تو ماحول کیسے اپنے آپ سازگار ہو جاتا ہے پتا ہی نہیں چلتا۔ حتیٰ کہ رشتے اور شادیاں بھی ہو گئیں۔''

''ماحول کا سازگار'' ہونا تو بہت چھوٹا لفظ ہے مجھ سے پوچھو تو یہ ٹوٹر ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔ یقین کرو اُس دن تم نہ ملتیں تو آج میرے شانہ بہ شانہ کوئی اور ہوتی کیونکہ میری امی گزشتہ ایک برس میں کم از کم دو درجن لڑکیاں دیکھ چکی ہیں اور پانچ کو تقریباً ڈن کر چکی تھیں۔''

''کمال ہے نا، ایک چھوٹا سا سفر آپس کی دوریوں، اُن کے خیالات، تقدیر یا یوں کہیں کہ پوری زندگی بدل سکتا ہے۔''

''ہاں اور وہ بھی ایک بڑی خوش آئند تبدیلی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے چھ دلوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا۔ کسیب نے دور اسٹیج پر بیٹھے عمیس، دارین، کسرا اور منسا کی طرف اشارہ کر کے ایلیا کی طرف دیکھا اور دونوں ایک ساتھ ہنس دیے۔ بے شک انسان اپنے لیے خوب سے خوب تر کی تلاش کرتا ہے لیکن کسی بھی خواہش کے پورا نہ ہونے کا غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے وہ بہترین ہوتا ہے۔''

☆☆